TIGHT BINDING BOOK

brown book

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226041
UNIVERSAL
LIBRARY

تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

نسخہ

اسلام کی دُنیوی برکتیں

۱۳۲۳

مؤلفہ جناب مولوی چراغ علیصاحب بہادر فنانشل کمشنر

ریاست حیدرآباد دکن مندرجہ تہذیب الاخلاق

مرتبہ جناب مولوی سید احمد خانصاحب بہادر نجم الہند

بانی مدرسۃ العلوم علیگڈہ

حسب فرمایش نوجوان مسلمانان پنجاب وہندوستان

مطبع پنجابی لاہور میں مولوی فضل الدین سوداگر کے اہتمام سے چھپا

(۲) دختر کشی کی بد رسم تو قدیم زمانہ سے تقریباً تمام جہان میں [illegible] تھی
ہی۔ یونان۔ روم کہ جہاں بڑے بڑے حکیم اور [illegible] گذرے
ہیں یہہ رسم پسندیدہ اور معروف تھی مگر ملک عرب میں خصوصاً اور اور ملکوں [illegible]
عموماً قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہان میں جہاں تک اسلام کی
دسترس ہوئی اسی نے اُن بے رحم والدین کو جو لڑکی کو مار ڈالتے تھے [illegible] کے
غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا۔ اسلام ہی کی تعلیم کے اثر سے دختر کشی
کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی۔ اسی کی پُر تاثیر اور خوفِ خدا دلانیوالی تقریر
سے قتل موؤدہ کی بیخکنی ہوئی اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہے وہاں یہہ رسم
نسیاً منسیا ہوتی جاتی ہے۔ شروع ہی سے قرآن نے اس مُہلک رسم کے دفعیہ
کا وعظ فرمایا۔

اذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت + (تکویر)

(۳) عرب میں جہالت اور حمیت کے غلبہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت ذلت
اور اہانت تھی وہ کمبخت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال
پرورش کے جیتا گاڑ دیتے تھے۔

اذا بشر احدهم بالانثیٰ ظل وجهه مسودا وهو کظیم یتواری من القوم
من سوء ما بشر به ایمسکه علی هون ام یدسه فی التراب ‡ (نحل)

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں واعلم انهم کانوا مختلفین فی قتل البنات
فمنهم من یحفر حفیرة ویدفنها فیها الی ان یموت ومنهم من یرمیها

+ - اور جب بیٹی گاڑ دی کو پوچھے کس گناہ پر گاڑ دی گئی۔

‡ - اور جب خوشخبری ملے ایسی کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے مُنہہ اسکا سیاہ اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے
لوگوں سے مارے بُرائی اس خوشخبری کے جو سُنی اور اُسکو رہنے دے ذلت قبول کر کر یا اُسکو داب دے مٹی میں۔

من شاهق جبل- ومنهم من يغرقها ومنهم من يذبحها وهم كانوا يفعلون ذالك
تارة للغيرة والحمية وتارة خوفا من الفقر والفاقة ولزوم النفقة

(۴) یہہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تہی- الا عموماً قتل اولاد بہی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا- افلاطون اور ارسطو یہہ دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے- ارسطو کا قول ہے کہ لنگڑے لڑکوں کا پرورش پا جانا قانوناً روکنا چاہیئے اور جب کثرت بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین کو جان پڑنے سے پیشتر اسقاط حمل کرانا چاہیئے- ملک اسپارٹا (یونان) میں یہہ قانون تہا کہ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اُسکو ملاحظہ کرکے دیکہتے کہ وہ تام الخلقت اور تندرست ہے تو اُسے حکم دیتے کہ اسکی پرورش کرے- اور اگر اُس میں کچہہ نقص دیکہتے تو کوہ طیجینوس میں گرا دیتے تھے- اہل روما میں بہی ایسا ہی دستور تہا کہ بچے کی پرورش اُس کے باپ کی رائے پر موقوف تہی- قوم اورش میں بہی ایسا ہی دستور تہا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اُسے پرورش کرے ورنہ اگر اُسمیں ضعف و نقص پاوے تو جنگلی جانوروں کو کہلا دے- وحشی قوموں میں بہی یہہ ہنوز ایک رسم عام ہے- ایک سیاح نے بیان کیا کہ ملک وانولیود کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعداد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑہکر دو ثلث تک پہنچی ہے چین اور ہند میں اسکا عام رواج تہا اور ہنوز باقی ہے- قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بنیاد پر گرفت کی اور فرمایا لا تقتلوا اولادكم خشية املاق نحن نرزقهم واياكم ان قتلهم كان خطأ كبيرا (اسرٰی) ۳۳-

اولاد کی جان کو ایک اَور آفت یہہ تہی کہ بیرحم ماں باپ اپنے عزیز ننہے بچوں کو بتوں کی نذر چڑہانے اور قربان کرتے تہے- علاوہ اَور ملکوں کے (مثل انگلستان و ہندوستان وغیرہ) جان انسانی قربانی عمل میں آتی تہی عرب میں بہی ایسے حادثات پائے جاتے ہیں پروکوپیوس (مورخ ۵۶۰ء

کہتا ہے کہ المنذر شقیق بادشاہ حرانی (جسکو یونانی لہجہ میں المندروس ہوسکیکی کہتے ہیں) بادشاہ غسان کی ایک بیٹی کو قید کرکے لات یا عزا کی قربانی چڑھا دیا تھا اور پوکوک (مورخ سنہ ۱۸۰۱ء) نے اسی بادشاہ کی ایک کیفیت لکھی ہے کہ وہ اپنے دو دوستوں کے قتل کے کفارہ میں ہر سال یوم نحس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا۔ اسی مورخ اور نیز ایواگریوس (۶۰۰ء) نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بتوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پورفری نے (۳۰۰ء) مقام ومیتہ میں جسے دومۃ الجندل قیاس کیا جاتا ہے ایسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہے۔ اور دو رکیوں جاؤ عبد المطلب کا حضرت عبد اللہ کو قربانی چڑھائے جانے کی نذر کرنا اسلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور غالباً بالکل بے اصل نہیں ہے۔ اس قسم کی نذر یہود سے عرب میں آئی ہوگی انہیں یہہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لئے مخصوص کر دیتے تھے۔ حضرت مریم بھی اسی قسم سے تھیں۔ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا (ح ۳) مگر عرب تو اس نذر میں کام ہی تمام کر دیتے تھے + اور غالباً اس آیت میں اسی رسم پر اشارہ ہے کذالک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادهم شرکاؤهم لیردوهم ولیلبسوا علیهم دینهم ‡ (انعام ۱۳۸)

(۶) جبکہ طرح لڑکوں کی جان بچانیکا سامان کر دیا تو اب اسلام نے انکو مال کی حفاظت اور یتیموں کی جائداد اور انکے متولیوں کی خورد و برد سے محفوظ رکھنے کے لئے یہہ احکام صادر کئے اور عموماً

+ ۔ اور ارڈ گبن مورخ نے پچاسویں باب میں لکھا ہے (ص ۲۱۳ سنہ ۱۸۶۲ء) کہ انسان کی جان کسی آفت عام کے دفعیہ کے لئے سب سے عمدہ قربانی ہے۔ فنیشا اور مصر اور روما اور قرطاجنہ کے مذبح انسانی خون سے آلودہ رہتے تھے۔ اور عربوں میں بھی یہی بے رحم رسم مدت سے جاری تھی اور تیسری صدی میں ہر سال ایک لڑکا قبیلہ دمیاتیہ کا قربان ہوا کرتا تھا۔

‡ ۔ اور اسی طرح بہلی دکھلائی تھی مشرکوں کو انکو اولاد مارنی انکے شریکوں نے کہ انکو ہلاک کریں اور انکا دین غلط کریں

اُن سے شفقت اور اکرام کرنے کا حکم دیا

ا۔ "کلا بل لا تکرمون الیتیم" (فجر)

ب۔ "فاما الیتیم فلا تقهر" (ضحی)

ج۔ "واتوا الیتامی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا" + (نساء)

د۔ "ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا" (نساء)

ہ۔ "ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن حتی یبلغ اشده" (انعام)

و۔ "وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم ولا تاکلوها اسرافا وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف" (نساء)

ز۔ "وما یتلی علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء التی لا تؤتونهن ما کتب لهن

ا۔ پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی۔

ب۔ سو جو یتیم ہو اسپر قہر نہ کر۔

+ ج۔ اور دے ڈالو یتیموں کو اُنکے مال اور نہ بدل لو گندہ ستھرے سے اور نہ کہاؤ اُنکے مال اپنے مال کے ساتھ یہ ہے بڑا وبال

د۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کہاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کہاتے ہیں۔

ہ۔ اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جسطرح بہتر ہو جب تک وہ پہنچے اپنے قوت کو۔

و۔ اور سدہاتے رہو یتیموں کو جبتک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو اُنمیں ہوشیاری تو حوالہ کرو اُنکے مال اور کہا نہ جاؤ اُنکو اُڑا کر اور گہبرا کر کہ یہ بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے بچتا رہے اور جو محتاج ہو تو کہاوے موافق دستور کے۔

ز۔ اور جو تم کو سناتے ہیں کتاب میں سو حکم ہے یتیم عورتوں کا جنکو تم نہیں دیتے جو اُنکا مقرر ہے اور چاہتے ہو کہ نکاح میں لو، اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر

وترغبون ان تنکحوھن والمستضعفین من الرجال والنساء الولدان ان تقوموا للیتامے بالقسط" (النساء-۱۹ ع)

(۷) اس پہلی آیت سے یہہ پایا گیا کہ جو لوگ نابالغ اور یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے ولی ہوتے تہے وہ اُن سے اُدہر اُدہر طرح سے تو جور وظلم کرتے ہی تہے مگر ایک صورت خاص اور رواج عام یہہ بہی تہا کہ یتیم لڑکیوں سے شاید اُنکی نابالغی ہی کے زمانہ میں نکاح ہی کر لیتے تہے اور اُس میں اُن یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہوتی تہی اور جب کہ اُن سے مقصود صرف اُنکا مال ہی لینا ہوتا تہا + تو حقوق زوجیت کی بہی رعایت نہیں کرتے تہے لہذا اُن لوگوں کو جنکی ولایت میں یتیم لڑکیاں تہیں منع کر دیا تہا کہ جنکے ولی ہوں اُن سے نکاح نہ کریں چنانچہ جس مقام سابقہ کا حوالہ اس آیت کے الفاظ "وما یتلے علیکم فی الکتاب" میں سے وہ یہہ ہے" فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب ±

+ وکان الرجال منهم یضم الیتیمة الی نفسه ومالها وان کانت جمیلة تزوجها و یاکل المال وان کانت ذمیمة عضلها عن التزویج حتی تموت فترثها۔ مدارك التنزیل

صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہے۔ اخبرنا عبد الواحد الملیحی انا احمد بن عبد الله النعیمی انا محمد بن اسمٰعیل انا ابو الیمان انا شعیب عن الزهری قال کان عروة بن الزبیر یحدث انه سال عائشة رضی الله تعالے عنها وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامے فانکحوا ما طاب لکم من النساء قالت هی الیتیمة تکون فی حجر ولیها فیرغب فی جمالها ومالها ویرید ان یتزوجها بادنی من سنة نسائها فنهوا عن نکاحهن الا ان تقسطوا لهن فی اکمال الصداق وامروا بنکاح من سواهن من النساء الخ۔

± وقیل ان خفتم الا تقسطوا فی نکاح الیتامی فانکحوا من البالغات یقال طابت الثمرة ای ادرکت (مدارك)

ساچنانچہ

فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم (النساء)

یعنے اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لینے سے اُن میں انصاف نہ کروگے اب نکاح کر لو بالغ عورتوں سے دو دو تین تین چار چار۔ پہر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھوگے تو ایک ہی یا جنکے (یعنے جن یتیموں کے) تمہارے ہاتھ مالک ہوچکے (نکاح سے)۔

چونکہ یہہ ہر ایک صاحبِ شریعت و ناموس و اہلِ قانون کا دستور ہے کہ قانون کے خلاف جو صورتیں ظہور میں آچکتی ہیں اُنکو اکثر تو سیحال و برقرار کہا جاتا ہے۔ ایسی طرح گو اُنکو یتیموں یا نابالغوں سے نکاح کرنا (ان قباحتوں کے ظہور کیوجہ سے جنکا بیان ہوا ہے) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں اُنکی ملکِ نکاح میں آچکی تہیں اُنکو ویسے رہنے دیا او سی آیت کے اخیر میں علاوہ اَور تقیدوں کے پہوپہی اُن ملک نکاح میں آئی ہوئی یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کی وصیت فرمائی و ان تقوموا الیتمی بالقسط۔

یہاں پر عموماً دو اعتراض وارد ہونگے (۱) یہہ کہ ما ملکت ایمانکم سے لونڈیاں مراد ں (۲) یہہ کہ اس تقریب سے جیسے ہمنے معنے لئے ہیں او بمعنی الا ٹہرا جاتا ہے۔

لے شبہ کا جواب تو ہم یہہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یمین کا اطلاق نکاح پر بہی ہوتا ہے اور ساء کے لفظ میں لونڈیاں بہی آگئیں اسلیئے اب مکرر اس لفظ سے لونڈیاں لینی فضول ں۔ اور یہہ تو بے عقلی کی بات ہے کہ حرفِ ما صرف غیر ذوالعقول کے لئے آتا ہے رلونڈیاں کچہہ انوثیت کیوجہ سے اور کچہہ خرید و فروخت ہونے کیوجہ سے یم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہہ نساء پر بہی ما کا حرف آیا ہے۔ ما طاب لکم من النساء" اور اسکے علاوہ خدا پر بہی یہی لفظ آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے" و لا انتم عابدون ما اعبد۔

اور دوسرے شبہ کا یہہ جواب ہے کہ اولاً یہاں پر او بطریق تخییر بین المعطوفین ہے جیسے کہ اُو جگہہ ہی قرآن میں اُسی صورت سے آیا ہے چنانچہ" ففدیۃ من صیام

قۃ او ثلث۔ بس ایسے ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح کر چکے تھے۔ اختیار رہا کہ یا اُنکو بسنے دیتے اور آئندہ کو پرہیز کرتے یا چاہتے تو انہیں کنارہ کرتے اور ثانیاً او استثنا کی صورت میں بھی تو آتا ہے چنانچہ بقرا ۳ ع میں " ولاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ۔

(۸) ہر چند کہ کثرتِ ازدواج قانونِ قدرت اور نظام الٰہی کے خلاف نہیں اور بعضے ملکوں کی آب و ہوا کی تاثیر اور وہاں کے رہنے والوں کی طبیعت کا مقتضا اس کے جواز کا باعث ہے مگر عرب میں یہ اکثار بھی بہت بے موقع اور حد کے درجہ پر تھا۔ اور چونکہ ازدواج کا معاملہ انسان کی تہذیب معاش اور حسن معاشرت میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے لہذا اسلام نے انہیں بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الٰہی میں بڑی حکمت سے " فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع " میں کثرت ازدواج کے عدد کو بہت کم کر کے گھٹا دیا۔ اور نیز " فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ " میں عدالت کی ایسی سخت اور مضبوط قید لگا دی جو درحقیقت ہر ایک کو کثرتِ ازدواج پر جُرأت نہ کرنے دیگی اور بعد اسکے خود تنزیل میں ایسی عدالت کے قایم نہ رکھہ سکنے اور اُسکے قائم کرنے کی حرص کرنے پر بھی قاصر رہنے کا مذکور فرما دیا ہے " ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ " + (نساء)

اور آیت ذلک ادنی ان لاتعولوا میں اسی ممانعت کثرت ازدواج پر حسب تفسیر امام شافعی اشارہ پایا جاتا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے وفسر بان لایکثر عیالکم۔ ولعل المراد بالعیال الازدواج

+ اور تم ہرگز عدالت یعنے برابری نہ رکھہ سکوگے عورتوں میں اگرچہ اسکا شوق بھی کرو۔ سو نرے پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اسی صورت میں اس آیت کے معنے یہہ ہونگے کہ تمہاری بیبیاں بہت نہو جاویں چنانچہ جس شخص کی عورتیں زیادہ ہوں تو کہتے ہیں اعال الرجال. مگر اس محاورہ پر باب اعال یعیل سے تعیلوا ہونا چاہیئے کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی بولتے ہیں یعنے تعولوا بمعنے تعیلوا یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار کی ہے اور طلحہ بن المطرف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر تعیلوا بیان کیا ہے اور ایسے ہی طاؤس نے بھی۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال الشافعی ان لا یکثر عیالکم وما قاله احد انما یقال اعال یعیل عالة اذا اکثر عیاله. وقال ابو حاتم کان الشافعی رضی الله عنه اعلم بلسان العرب منا فلعله لغة. ویقال هی لغت حمیر. قرء طلحة بن المطرف ان لا تعیلوا وهی حجة لقول الشافعی رضوان الله اور تفسیر کبیر میں ہے نقل عن الشافعی رضی الله عنه انه قال " ذالك ادنے ان لا تعولوا" معناه ادنی ان یکثر عیالکم. ومن المشهور ان طاؤس کان یقرء ذالك ادنی ان لا تعیلوا. اور نیز امام فخر الدین رازی نے اچھی طرح پر رد کیا ہے ان اعتراضوں کو جو بعضے مقلدین نے اس بحث میں امام شافعی پر کئے تھے (دیکھو تفسیر سورہ نساء آیته ۳)

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو یہہ سمجھتے ہونگے کہ اسلام نے کثرت ازدواج میں ایسی اصلاح فرمائی۔

ساواری جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہے سورہ نساء کے ذیل میں لکھتا ہے کہ جب یہہ آیت " فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة " نازل ہوئی تو عرب کے لوگوں میں سے اکثر پاس آٹھہ آٹھہ اور دس دس عورتیں تھیں اور وہ اُن سے بدسلوکی سے پیش آتے تھے کثرت ازدواج کا ممالک مشرقی میں ہمیشہ دستور رہا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے گھٹا کر بہت کم کر دیا۔ انتہی اور ہمارے میاں کی روایتیں اب سکی

موید میں احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ان غیلان بن سلمة الثقفی لما اسلم و له عشر نسوة فی الجاهلية فاسلمن معه فقال النبی صلعم امسك اربعا و فارق سائرهن۔ اور شرح السنۃ میں روایت ہے عن نوفل بن معاویه قال اسلمت و تحتی خمسة نسوة فسالت النبی صلعم فقال فارق واحدة و امسك اربعا +

ٹامس کارلئل ایک مشہور عالم محقق کا قول اس مقام پر نقل کرنا بے موقع نہوگا۔ وہ کہتے ہیں "اسلام کی میل الی الشهوات کی نسبت بہت کچھ تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور بیہد غیر انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں۔ وہ پروانگیاں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جنکی اجازت اُنہوں نے دی وہ خاص اُنکی ایجاد نہ تھیں اُنہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم الایام مروج اور غیر معیوب پایا مگر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھہ کیا وہ یہہ کیا کہ اُنکو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے (لکچر ۲ صفحہ ۷۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۷۲ع)

(۹) سورہ نساء کی ۳ آیت جو پہلی دفعہ میں نقل ہوئی اور جسکی بحث ۸ دفعہ میں ہو چکی ہے چار عورتوں تک کے حکم میں بہت صاف ہے اور عورتوں میں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں اور ہر ایک شخص جسکو یہود کے مسائل مخترعہ اور ایام جاہلیت کی رسم کی تقلید اور سابق ظن نہو وہ قرآن کے لفظوں سے تو ایسا ہی سمجھیگا چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن (ماتت سنہ ۱۷۳۶ع) نے مقدمہ کتاب اور ذیل سورہ نساء میں ایساہی بیان کیا ہے کہ ازواج اور سواری یعنے بیبیاں اور لونڈیاں یہہ دونوں اس قید اربع میں محدود ہیں فقط

+ یہہ روایتیں مشکوۃ میں ہیں انکا مطلب یہہ ہے کہ غیلان کے پاس دس عورتیں تہیں تو نبی صلعم نے فرمایا کہ چار رہنے دو باقی کو جدا کر دو اور نوفل کے پاس پانچ تہیں اُنسے بھی ایسا ہی کیا گیا۔

مگر اب رسم تو یہ پڑی کہ لونڈیوں کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں تاہم ہمکو فقہا اور اہل الرائے کا اسقدر تشکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے آزاد عورت پر لونڈی کو جمع کرنا جائز نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ اسکے قائل تھے مگر چونکہ اجتہادی بات قرار پائی اس لئے اور علماء شیعہ + و سُنی نے کچھہ انکار کچھہ اقرار کیا مگر آؤ ہم قرآن کو تو دیکھیں اس میں کیا ہے پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہے۔

"ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ۔ لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم ‡ ۔

اسمیں فتیات مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہے مگر تین شرطوں سے (۱) جبکہ آزاد عورت سے نکاح کا مقدور نہو (۲) بے نکاح رہنے میں زنا میں پڑھ جانے کا اندیشہ ہو* (۳) وہ لونڈیاں مسلمان ہوں۔

+ ان الایة صریحة فی انحصار سبب الاباحة فی القسمین المذکورین وهما الزواج وملک الیمین علی سبیل انفصال الحقیقی ای اما ازواج او ملک یمین بحیث لا یجتمعان ولا یرتفعان۔

کنز الدقایق تفسیر آیات الاحکام۔ کتاب النکاح
(ذیل آیت والذین هم لفروجهم حافظون)

‡ یعنے جبکو مقدور دو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنیکا نہو تو مسلمان لونڈیوں کو نکاح میں لا سکتے ہو مگر یہ حکم واسطے اسکے ہے جو کوئی ڈر یعنی تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں۔

* ولم یختلفوا فی ان ذلک راجع الی نکاح الاماء فکانه قال فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ذلک لمن خشی العنت منکم وهو الضرر الشدید الشاق ۔ قال فیما رخص فیه من مخالطة الیتامی"۔ والله یعلم المفسد من المصلح ولو شاء الله لاعنتکم ای یشدد الامر علیکم والزمکم التمیز طعامکم من طعامهم تلحقکم بذلک ضرر شدید۔ وقال ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم۔ ای احبوا ان تقعوا فی ضرر الشدید۔ والمفسرین فیه قولان۔ احدهما ان الشبق والشدید والغلمة ربما یحمله علی الزنا فیقع فی الحد علی الدنیا والعذاب العظیم فی الاخرة فهذا هو العنت والثانی ان الشبق الشدید والغلمة عظیمة قد یتادی الی اختناق الرحم واما فی حق الرجال فقد یتادی الی اوجاع الورکین والظهر۔ والاکثر علی الوجه الاول لانه هو اللائق ببیان القرآن۔ تفسیر کبیر۔

پہلی شرط سے تو بات جاتی رہی کہ بیبیاں بھی ہوں اور لونڈیوں کا بھی ریوڑ بھرا جاوے
اور تیسری شرط سے وہ بات جاتی رہی کہ لڑائی میں مشرک عورتوں کا گلا پکڑ لاوے
اور انپر قصرف کیا۔

پس لونڈیوں سے نکاح کر لینے کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ عین حکمت
و مصلحت ہی تہا اور بعمدًا اسکی قباحتیں بہت واضح اور صاف ہیں اسی لیئے ضرورت
شدید اور ناچاری کا یہہ علاج ہی تہا۔

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکہتے ہیں الایت دالۃ علی التحذیر
من نکاح الاماء وانہ لایجوز اقدامہ علیہ الا عند الضرورۃ والسبب فیہ
وجوہ +۔ فلهذہ الوجوہ ما اذن اللہ فی نکاح الامۃ الا علی سبیل الرخصۃ
مگر پہر بہی کلام الٰہی میں یہی حکم ہے کہ ان تین شرطوں کی رعایت پر اگر لونڈیوں سے
نکاح نہ کیا جاوے تو بہتر ہے وان تصبروا خیر لکم۔ تفسیر کبیر میں ہے (مسئلہ) المراد
ان نکاح الاماء بعد رعایت الشرایط الثلثۃ اعنی عدم القدرۃ علی التزوج
بالحرۃ وخوف العنت وکون الامۃ مومنۃ الاولی ترکہ لما بینا من المفاسد
الحاصلۃ فی ھذا النکاح۔ اور تفسیر مدارک التنزیل نسفی میں ہے وصبرکم عن
نکاح الاماء متعففین خیر لکم لان فیہ ارقاق الولد ولانها خواجۃ ولاجۃ

+ لونڈیوں سے نکاح کی مضرتوں میں پانچ وجہیں امام رازی نے لکہی ہیں جنکو ہم نے متن میں چہوڑ دیا ہے اُن کا
خلاصہ یہہ ہے (۱) جو اولاد ہوگی وہ بہی رقیق ہوگی (۲) وہ لونڈی باہر نکلنے پہرنے اور غیروں سے
میل جول رکہنے میں ناشائستہ ہو جاویگی (۳) اس لونڈی کے مالک کا حق اس پر اُسکے شوہر سے زیادہ ہے
پس وہ اپنے شوہر سے بافلاص نہیں مل سکتی (۴) اگر اسکا مالک اُسکو کسی اور کے ہاتہہ بیچ ڈالے تو یا تو نکاح
ٹوٹ جاویگا یا مالک جدہر کہیں کا سفر کرے تو وہ ساتہہ جاویگی۔ بہرحال شوہر کو بڑی مضرت پہنچیگی (۵) اگر اسکا مہر مقرر
ہوا ہوگا تو اُسے اختیار نہوگا کہ معاف کر سکے۔ ان وجوہ پر یعنی بہی آتی ہے اور روایی

ممتهنة مبتذلة وذالك كله نقصان يرجع الی الناکح ومهانة والعزة من صفات المومنین وفی الحدیث الحرائر صلاح البیت والاماء هلاک البیت

(۱۰) یہاں پر فوراً یہ اعتراض پیش ہونگے کہ جب لونڈیوں کی اولاد میں ایسی ذلت اور اہانت ہے تو کیا گمان کیا جاوے۔ اُن بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسمٰعیل جو ہاجرہ سے تھے۔ حضرت ابراہیم بن النبی جو ماریہ قبطیہ سے تھے یا محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا شہر بانو رضی اللہ تعالےٰ عنہا مادر امام زین العابدین تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو لونڈی سمجھنا بیوجہ ہے وہ کسی طرح پر لونڈی نہیں ہو سکتیں عوام یہود تو ضرور اس امر میں تعصب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی روایتیں اس امر خاص میں اسوجہ سے اعتبار کے قابل نہیں کہ اصل لفظ اصحاب یا ائمہ نے حاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھہ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دماغ میں ملک یمین سما رہا ہے اور یہود نے ہی ایسا مشہور کر رکھا ہے پس وہ خواہ مخواہ روایت بالمعنی میں لفظ جاریہ یا ملک یمین ہی کہینگے۔ مگر یادرہے کہ ربانیین یہود کی روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ ہاجرہ فرعون کی بیٹی تہیں اور اُسنے ابراہیم علیہ السلام کی کرامت اور بزرگی دیکھکر اُنکو اُنہیں دیا تھا۔ (دیکھو کتاب بریشیت رباہ ۔ ۱۵)۔ علاوہ ازین جن عورتوں کی نسبت کتب عہد عتیق میں لکھا ہے کہ حرم تہیں (جیسے ہاجرہ) تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک یمین کے ہم معنے نہیں ہے۔ وہ تو شرعی بیبیاں تہیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کے برابر ہوا کرتی تہیں۔ فرق اتنا ہی تہا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی ہی بی بی کو دخل رہا کرتا تہا اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کہلاتی پہلے خادمہ تہی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تہی (دیکھو تفسیر ہارن جلد ۳ حصہ ۴ باب ۴)

اور ماریہ قبطیہ سے ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ در قطعی مثال نمبر

ہے جس سے وہ ذلت اور خرابی لازم آوے جو اولاد
ام ولد میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ تین عورتوں
کا نام روایتوں میں ہے اور یہ تینوں یا دونوں
خادم النبی کہلاتی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے ۳ نام
لکھے ہیں۔ ابن مندہ نے ایک ماریہ جسکی کنیت ام الرباب ہے اور دوسرے ایک اور
ماریہ خادم النبی الگ الگ لکھی ہیں اور انسے روایت کی ہے مگر ابونعیم نے دونوں
کو ایک کر دیا ہے اور ماریہ قبطیہ منوز علیحدہ ہیں۔ ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم
ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے پیٹ سے ابراہیم بن النبی پیدا
ہوئے ہوں۔ علی ابن الحسین جنید الرازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو بطن خدیجہ
سے لکہا ہے اور ماریہ کا ذکر ہی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکہا ہے " واستسرے
جاریۃ قبطیۃ فولدت لہ ابراھیم " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قید
کی ہوئی لونڈی یہہ دقبطیہ سے پیدا ہوئے تہے (۳) ماریہ کی بعض مخصوص عنایتیں
از قسم ضرب حجاب وغیرہ جو روایتوں میں ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے
لونڈیوں کیطرح پیش نہیں آیا جاتا تہا بلکہ بیبیوں کیطرح (۴) ایک عیسائی بادشاہ کا
ایک نبی کو دو چہوکریاں تحفہ میں بہیجنی محض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے (۵) ماریہ
قبطیہ از قبیل عامہ اماء نہیں ہوسکتیں وہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئیں اور نہ وہ
خرید یا فروخت ہوئیں بلکہ مدینہ میں آنے سے پیشتر مسلمان ہوچکی تہیں (دیکھو ابن
سعد کی روایت کتاب الاصابہ میں) ان وجوہ پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ کچہہ بعید نہیں ہے کہ ماریہ ایک خادمہ ہونگی اور انہیں کی کنیت ہی اُمّ الرباب
ہی ہوگی اور اسی کو ابن سعد وغیرہ نے اپنے خیال سے کہدیا کان یطاھا بملک یمین
زیادہ تعصب کی چند ورغیر صحیح روایتیں ہیں جنکو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا

مگر اَور لوگوں نے روایت کی ہے کہ نزول سورۂ
تحریم کا سبب ماریہ قبطیہ کو ایک مرتبہ حرام کرلینا تھا
یہہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سخافت اور
اسارت ادب سے خالی نہیں مگر ہمکو نقلاً بھی اُسکی
صحت میں کلام ہے (۱) اسوجہ سے کہ عمائد اہل صحاح مثل بخاری و مسلم صاحبا الصحیحین
نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور اُنکا باوجود ضرورت اور حاجت کے اس قصہ کو
طرح دینا اُس کی بے اعتباری کی دلیل ہوسکتا ہے (۲) انہیں اہل صحاح نے بھی
سورۂ تحریم کی شان نزول میں نہ صرف یہی کیا کہ اُس قصہ کو باوجود احتیاج چھوڑ
دیا ہو بلکہ اس کے معاوضہ میں ایک اَور ہی سبب یعنے تحریم عسل کی روایت کی
ہے (۳) تحریم ماریہ کی سب روایتیں اخبار احاد ہیں (۴) معنعن ہیں (۵) بعضی
مرسل بھی ہیں (۶) کوئی بھی ان میں سے مرفوع نہیں۔ اور ایسی روایتوں سے گو
فقہی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعیت واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں
یہہ اخبار بالکل غیر مفید عام ہیں۔

اب ہم اس میں تھوڑی سی قدح تفصیلی بھی کرتے ہیں (۱) نسائی نے جو انس سے
روایت کی ہے اُس میں ماریہ کا نام نہیں (کانت له امة یطأها فلم یزل به حفصة
وعایشة حتی حرمها) پس کچھہ مفید نہیں (۲) طبری نے زید بن اسلم تابعی سے
روایت کی ہے مگر اس روایت میں قطع نظر اس سے کہ اُم ابراہیم کی کنیت میں اختلاف
ہے۔ ایک بڑا نقص یہہ ہے کہ وہ روایت مرسل ہے اور اسی لئے ضعیف بھی علامہ
سیوطی نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں لکہا ہے۔ ثم المرسل حدیث
ضعیف لا یحتج به عند جماهیر المحدثین کما حکاه منهم مسلم فی صدر
صحیحه وابن عبد البر فی التمهید وحکاه حاکم بن مسیب ومالك والشافعی

وکثیر من الفقہاء اصحاب الرسول والنظر الجہل بحال المحذوف لانہ یحتمل ان یکون غیر صحابی واذا کان کذالک فیحتمل ان یکون ضعیفا وان اتفق ان یکون المرسل لا یروی عن ثقۃ فالتوثیق مع الابہام غیر کاف کما سیاتی۔ ولانہ اذا کان المجہول المسمی لا یقبل فالمجہول عینا وحالا اولی۔ (۳) طبرانی نے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے معنعن روایت کی ہے۔ جس میں تحریم ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ خبر معنعن ہے اور وہ ویسی ہی غیر معتبر ہے جیسی مرسل (۴) طبرانی کی ایک اور روایت من طریق الضحاک عن ابن عباس الخ ہے اور ضحاک کثیر الارسال ہے اور اُس کی روایت ابن عباس سے بلا واسطہ نہیں ہے قال الزین العراقی والضحاک لم یسمع من ابن عباس۔ اور علامہ سیوطی نے اتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے وطریق ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطعۃ فان الضحاک لم یلقہ۔ یہ روایت منقطع غیر صحیح ہے (۵) سعید ابن منصور نے ابی مسروق اور حضرت عمر سے جو روایت کی ہے اس میں ماریہ قبطیہ کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنعن ہیں پس ضعیف ٹھیرینگی اور نیز اصل راویوں نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا۔

ایک تالیف جدید میں قصہ تحریم ماریہ کے ثبوت میں بڑا اہتمام کیا گیا مگر حاصل کچھ نہیں ہوا۔ ص ۱۳۱ میں لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے باب لم تحرم ما احل اللہ لک عن سعید بن جبیر انہ اخبرہ انہ سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ لیس بشیئ وقال لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ قال الشارح واشار ذالک الی قصۃ ماریہ انتہی۔ مگر اس میں سارا زور وشور مستدل کا شارح کے قول پر ہے مگر وہ شارح کا صرف خیال ہے ممکن ہے کہ تحریم عسل کیطرف اشارہ ہو۔ تریاب دوسری روایت اُنہوں نے نقل کی ہو وہی النسائی عن سعید بن جبیر بمالک یہ سال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراما فقال کذبت نہیں کیا

علیک لحلا امر تمنقہ یا یہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک

مگر اس میں تو قصہ ماریہ کا کہیں شان و گمان بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن عباس نے اس میں عموم لفظ قرآن سے استدلال کیا یہ کچھ ضرور نہیں کہ سبب بھی خاص وہی ایک ہو علامہ سیوطی کہتے ہیں اختلف اهل الاصول اهل العبرة لعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول وقد نزلت آیات فی اسباب واتفقوا علی تعدیتها الی غیر اسبابها الخ

اب ان روایتوں کے سوا اگر اور کوئی سند اس قصہ باطل کی پیش ہوگی تو آئیں انہیں انہیں ضوابط اور قواعد سے نظر کیجاویگی۔

اور وال محمد بن حنیفہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ وہ لونڈی نہ تھیں اور نہ انہیں حضرت علی نے لونڈی کے طور پر تصرف کیا۔ چنانچہ سید مرتضے علم الہدیٰ نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھا ہے "لم یستبحها بالسبی بل نکحها و مهرها"

اور حضرت شہربانو بھی باکرہ نہیں تھیں بلکہ وہ مدینہ میں آتے ہی قید سے رہا ہوگئی تھیں دیکھو مناقب ابن شہراشوب اور بحار الانوار کی ۱۴ جلد۔

۱۱- عورتوں کے حق میں آزادی۔ بہبودی۔ تہذیب اور عفت لباس میں احترام (سورہ نور) اور اُنسے گفتگو میں ادب (ولا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا۔ ۲ ح) کے احکام جاری کئے اور ایسے احکام اُنکی حالت کے موافق اور مناسب صادر کئے جو حکماے سابقین سے نہو سکے تھے اور ایسے ایسے احکام جنکو بجز اس خالق حقیقی کے جو مرد اور عورت کی فطرت اصلی سے واقف اور انکا بنانے والا ہو اور کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا۔ جو بد رسمیں اور قبیح رواج عورتوں کی نسبت تھے اور جو کچھ اُنکے حق میں ظلم و زیادتی مردونکی طرف سے ہوا کرتی تھی اُن سب باتونکی

اصلاح کی۔ جاہلیت کی بدرسموں میں سے ایک یہہ رسم عام تہی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اسکی سب بیٹیوں کا جبراً اور کرہاً وارث ہوا کرتا تہا اور اُن سے نکاح بہی کر لیتا تہا مگر ان سب قبیح اور مکروہ دستوروں نکو قطعاً موقوف کیا۔

"یا ایہا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا" اور "ولا تنکحوا ما نکح آباء کم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا" (النساء)

ایک مقام پر آنریبل ولیم میور صاحب اپنی سیرت محمدی (ج ۳ ص ۳۰۳) میں اسکا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک امر خاص میں محمد صلعم نے عورتونکو ایک سخت اور ناگوار قباحت سے چھڑایا۔ وہ یہہ تہی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیٹیوں کا وارث ہوا کرتا تہا۔ یہہ رسم جیسی کہ قدیم سے ہوتی آئی تہی اُسوقت میں بہی اسکی ایک مثال ہے یعنے زید بن آمر بن نفیل اور حضرت عمر ابن خطاب بن نفیل باہم چچیرے بہائی اور ایک حساب سے چچا بہتیجے تہے یعنے آمر نے اپنے باپ کی بیوہ جیدہ سے نکاح کیا اور اُس سے زید ہوا جو آمر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بہی بیٹا ہوا (ایضاً ۲ ص ۲۵) جو جو ایسی صورتیں ہوئیں اور جو اور بہی اُسوقت موجود ہونگی وہ الا ما قد سلف کے حکم میں ہیں بنی اسرائیل بہی ایسا کر بیٹہتے تہے (۲ صو $\frac{۱۶۲}{۲۲}$)

(۱۲) عورت کو قرآن نے جملہ حقوق اور اختیارات میں مرد کے ہمرتبہ اور تمام قابلیتوں میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہے

"ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف" + (ج ۲)

"للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن" ‡ (نساء ع ۵)

بجز اس ایک قدرتی فرقت کے جو صانع مطلق نے مرد کو عورت پر دی ہے۔

+ عورتوں کا بہی حق ہے جیسا اُنپر حق ہے موافق دستور کے (بقرہ ۲۸ ع)

‡ مرد کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے (ع ۵)

"الرجال قوامون علی النساء" † (۵ ح ۳ ع)

"و للرجال علیھن درجہ" ‡ (بقرہ ۲ ح ۲۸ ع)

عورتوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کرکے صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جاوے کہ ان لوگوں نے باایںہمہ اصلاح و تہذیب عورتوں کے حق میں کیسے جور اور حیف کو جائز رکھا ہے اور مردونکی خودرائی کے تابع کردیا ہے نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی نہیں قائم رہتی وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک ہوگئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی اور اُسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ ہی شوہر کے ملک میں آتی ہے اور اُسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اُسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا ہی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے یا منگوا بھیجے۔ گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اُسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالش کرسکنے کا حق ہے مگر کچھہ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور ادویت کے ایسے ہیں جنکا کچھہ چارہ نہیں۔ نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھہ کرسکتی ہے۔ گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کرکے عرصے سے الگ رہتی ہو مگر جو کچھہ جائداد وہ حاصل کریگی وہ شوہر ہی کی ہوگی۔ اگر عورت پیشتر سے کچھہ بند و بست نہ کرے تو عورت کا وہ مال و اسباب جو اُسنے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسکے شوہر کے قرضخواہ اُسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جائداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حین حیات میں غیرونکو دیجاوے عورت کو کچھہ نہیں مل سکتا۔ جب ایسے دستور جاری ہوں اور رسم رواج اور سوم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بعضی باتوں میں

---

† مرد حاکم ہیں عورت پر

‡ مردونکو عورتوں پر درجہ ہے۔

عورتوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی ہی ہے۔ جرائم سنگین میں تو یہیں [illegible] جرموں
میں اگر عورت اور مرد دونوں اُسکے مرتکب ہوئے ہوں تو عورت [illegible] سزایاب نہوگی اسکا
سبب یہ ہے عورت کو بیاہتک پروانگی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی محفوظ ہے۔ اور اگر عورت اپنے
شوہر کا کیسا ہی مال و متاع لیجاوے اُس کی پرسش نہوگی۔ اگر کوئی غیر شخص بھی مال کے
اڑالیجاوے (بغیر زنا) عورت کے ساتھ اُسکے شوہر کا مال نکلوا دیوے تو اکثر صورتوں میں
تو دونوں میں سے ایک ہی سزا نہ پاوے۔ غرض یہہ سب [illegible] اور انگریزوں کے مروّج
قانون میں جنکی مہذب قومیں پابند ہیں گو اب اُسکے ابطال [illegible] کچھ نہ کچھ [illegible]
ہیں اور اسکی شناعت اور قباحت رفع کرنے کو حیلے بھی پیدا [illegible] مگر وہ امیروں کے
لیئے۔ اوسط اور ادنےٰ درجہ کی قومیں اُن سے محروم ہیں۔ البتہ [illegible] کے قانون
بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام [illegible] کی اصلاح
کے محتاج ہیں۔

(۱۳) تمام ممالک ایشیا میں خصوصاً یہودیوں اور یونانیوں [illegible] ایک قسم کی
خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیاہ کرنیوالا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین دیتا تھا
(پیدایش ۳۴ و ۱۲ اسموئیل ۱۸ و ۲۵۔ اور یہوسیع نبی نے اپنی بیوی پندرہ روپیہ اور
ڈیڑھ حمر جو کو خریدی تھی ہوسیع ۳) اور اب تک بھی یہہ رسم ڈروس [illegible] ممالک اور ان
کے عیسائیوں اور بعض اعراب میں ہے مگر قرآن نے نکاح ایک عقد قرار دیا جو طرفین کے
اختیار اور رضامندی سے ہوتا ہے اور زرمہر عورت کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود عورت
کا حق ہوتا ہے۔

"وآتوا النساء صدقاتهن نحلة" + (نساء ۱ ع)

"فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة" ‡ (نساء ۴ ع)

+۔ اور دے ڈالو عورتوں کو اُنکے مہر خوشی سے۔

‡۔ پھر جو تم کام میں لائے ان عورتوں میں سے اُنکو دو اُنکے حق جو مقرر ہوئے

بعضے اعتراض کرنیوالون نے لفظ اجر پر اک گونہ تعریض کی ہے گو یا اُسکو نامناسب لفظ سمجھے مگر در اصل اُسمین اشارہ ہے اس پر کہ زرِ مہر عورت کا اجر ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اُس کی قیمت جو اُس کا باپ لے لے۔

(۱۴) قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گذران مین کمال عدالت اور محبت کو برابر قائم رکھنا ضرور قرار دیا ہے اور مہر کا تقرر اور نکاح فسخ ہونے کی صورت مین واجب الادا اور ناقابل نقصان ہونے کیوجہ سے عورت کو خوشدل مطمئن رہنے اور مرد کو اُسکا نیاز مند اور محتاج الیہا ہونے اور ہمیشہ کہلے رہنے کی تدبیر کردی۔ اتحاد زوجین کی برکت اور مسرت اور اُسکے نتیجہ مین حسن معاشرت کیحالت سے قرآن خوب واقف ہے ؂

وخلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ * (روم ع ۳)

اور پھر اُسی طمانیت اور محبت و نرم دلی کو جو باہم زوجین مین ہونی چاہئے ایک دائمی اور غیر قابل انتزاع اور لازوال اور غیر لائق انفصام تشبیہ مین بیان فرمایا۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ‡ (بقرہ ۱۸۲)

اور چونکہ اصلی غرض تجویز نکاح سے اقامت تدبیر منزل اور تعاون باہمی انتظام خانہ داری اور تحصین فروج ہے اور یہہ باتین بغیر دائمی نکاح اور آپس مین مثل لباس ایکدوسرے کے محتاج رہنے کے نہین ہوتین اس لئے ضرور ہوا کہ فطرت کی راہ سے انمین باہم مودت اور رافۃ خلق کیجاوے۔ اور یہہ سب مصلحتین جو نکاح کے دائمی قائم رکہنے سے خیال مین آسکتی ہین ان دو لفظون مین بیان کردین۔

محصنین غیر مسافحین۔ § (نساء)

---

* بنادی تم کو تمہاری قسم سے جوڑی کہ چین پکڑو انکے پاس اور رکہا تمہارے بیچ پیار اور مہر

‡ - وہ پوشاک ہین تمہاری اور تم پوشاک ہو انکی۔

§ - قید مین آنے کو نہ مستی نکالنے کو

اس جملہ کی پہلی خبر محصنین مین تمام حکمتین اور بہلائیین جو نکاح سے متصور ہین داخل ہین اور جزو دوم غیر مسافحین مین تمام قباحتین جو چندروزہ نکاح اور غیر منضبط طور سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہین منع کر دی گئین۔ درحقیقت یہہ فقرہ عجب جامع اور مانع ہے اور اسمین اثبات اور نفی سے تمام حکمت منزلی کے مصالح اور مفاسد سکہلا دیئے ہین۔

(۱۵) جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتین معلوم ہوئین تو اسکی مقتضا سے طلاق کی ممانعت بہی (بالبعض ناگزیر حالتون مین) ثابت ہوئی کیونکہ برابر نکاح اور طلاق کی رسم جاری رکہنے ہین صرف عورتون سے لذت حاصل کرنی ہے حالانکہ اسلام نے نکاح کی اصلی علت محصنین قرار دی نہ کہ مسافحین۔ پہر جبکہ نکاح کی بنیاد تعاون پر ہے اور مرد و عورت باہم باعث اطمینان اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیاوی باتون کے ہوئے (جیساکہ لباس کی تشبیہہ سے ظاہر ہے) تو پہر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہہ بات جاتی رہی۔ علاوہ ازین اس رسم سے دونون کے دلون پر سے اس عقد اور نظم کی عظمت بہی جاتی رہتی ہے۔ ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد نہین رہتا۔ باہم کا خلاص اور بیاہ جاتا رہتا ہے۔ دلون مین نفاق پیدا ہو جاتا ہے اور طلاق کے اندیشہ مین خیانت اور اضطراب اور تربیت اولاد مین بالکل بے ترتیبی اور اصلاح منزل مین ابتری پڑجاتی ہے۔ اورجہان جہان قرآن مجید مین نکاح کا ذکر اور زنا سے ممانعت ہے انہین مقامات مین ان سب قباحتون پر بہی اشارہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجت اللہ البالغہ مین لکہتے ہین (ص ۲۲۵)

اعلم فی اکثار من الطلاق وجریان الرسم بعدم المبالاۃ بہ مفاسد کثیرۃ وذالک ان ناسا ینقادون لشہوۃ الفرج ولا یقصدون اقامۃ تدبیر المنزل ولا التعاون فی الارتفاقات ولا تحصین الفرج۔ وانما مطمح ابصارہم

التلذذ بالنساء وذوق لذة كل امراة فيهيجهم ذالك الى ان يكثروا الطلاق والنكاح- ولا فرق بينهم وبين الزناة من جهة ما يرجع الى نفوسهم ولا تميزوا عنهم باقامة النكاح والموافقة لسياسة المدينة وهو قوله صلى الله عليه وسلم الذواقين والذواقات- وايضا ففى جريان الرسم بذالك اهمال لتوطين النفس على المعونة الدائمة او شبه الدائمة وعسى ان فتح هذا الباب ان يضيق صدره وصدرها فى شى من محقرات الامور فيريدان الفراق- واين ذالك من احتمال اعباء الصحبة والاجماع على ادامة هذا النظم وايضا فى اعتيادهن بذالك وعدم مبالاة الناس به وعدم حزمهم عليه بفتح باب الوقاحة- وان لا يجعل كل منهما ضرر الآخر ضرر نفسه- وان يكون كل واحد للآخر- يمهد لنفسه ان وقع الافتراق وفى ذالك ما لا يخفى-

(۱۶) طلاق کی رسم تو یہودیون مین عام اور بکثرت تہی اور موسوی شریعت مین اُسکو شاید مطلقاً جائز کردیا تہا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُسکا عذر کرنا پڑا (متی ۱۹/۸) حضرت مسیح سے کچہہ پیشتر نکاح کے باب مین فقہائے یہود مین دو مذہب ہوگئے تہے شماعی اور اُس کے مقلدون کی یہہ رائے تہی کہ صرف فعل قبیح کے ارتکاب پر یا فاحشہ مبینہ پر طلاق دیجاوے اور ہلل اور اُس کے مقلدون کا یہہ مذہب تہا کہ ادنےٰ سی خطا پر بہی عورت کو طلاق دیدینی چاہیے- اُن لوگون کا یہہ قول تہا کہ اگر کسی کو اپنی عورت بُری معلوم ہو تو اُسکو نکال ڈالے (استثنا ۲۴ و ۱) ربی عقیبہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت سے خوبصورت پاوے تو اپنی عورت کو نکالدے کیونکہ لکہا ہے کہ اگر وہ اُسکی نظر مین اچہی نہ معلوم ہو الخ- قرآن صریح اسکے خلاف کہتا ہے" فان کرہتموہن فعسے ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا"

+ (نساء ۳ ع) معلم ہل کہتا ہے کہ اگر کسی کی عورت اپنے شوہر کا کہا نہ مانے اور نمک ڈال کے خراب پکاوے یا اُسے زیادہ بھون دے تو وہ عورت طلاق دیدی جاوے۔ مگر قرآن کہتا ہے "لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً" ‡ (طلاق)

یورپ کے ملکون مین رومن کیتھلک مذہب کے رو سے تو جیسا کہ کونسل آف ٹرینٹ ۱۵۶۳ء مین قرار پایا زنا کے بعد بہی طلاق نہین ہو سکتی۔ انگلستان وغیرہ ملکون مین جب سے اصلاح ہوئی ہے تب سے قاعدۂ طلاق مین کچھہ تبدیل ہوئی نیویارک مین صرف زنا پر طلاق ہوتی ہے اور اَور ملکون مین زنا پر اور نہایت ظلم سے بدسلوکی پر اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک نامعلوم غائب رہنے پر بہی طلاق ہوتی ہے اور انگلینڈ مین طلاق کا باعث زنا اور ایذا رسانی ہی ہوتاہے اور اسکاٹ لینڈ مین زنا یا قصداً چھوڑکر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہے۔ انگلستان مین قانون وکٹوریا جاری ہونے سے پہلے ایسی عورت کے لئے جسے اُسکے خاوندنے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ جوئی اور دادرسی کی سبیل نہ تہی۔ اب ایسی صورت مین عدالت سے افتراق ہو جاتاہے اور اگر مفارقت کے ساتہہ زنا بہی ہمردیف ہو تو طلاق بہی ممکن ہے۔

(۱۷) قرآن نے مرد کو کبہی اختیار نہین دیا کہ بلا وجہ شدید اور بغیر پیشتر کی اطلاع کے دفعۃً اور مطلقاً اور فوراً اور بلا کسی شرط کے طلاق دیدے اور معاشرت اور تمدن

+ - پہر اگر وہ تم کو نہ بہاوین تو شاید تم کو نہ بہاوے ایک چیز اور اللہ رکہے اُسمین بہت خوبی۔

والمعنی فان کرہتموہن فلا تفارقوہن بکراہۃ الانفس وحدہا فربما کرہت النفس ما ہو اصلح فی الدین وادنی الی الخیر واحب ہو بضد ذالک ولکن النظر فی اسباب الصلاح وانما صح قولہ فعسی ان تکرہوا جزاءً للشرط لان المعنی فان کرہتموہن فاصبروا علیہن مع الکراہۃ فلعل لکم فیما تکرہون خیراً کثیراً لیس فیما تحبونہ۔ مدارک التنزیل نسفی

‡ اسکو خبر نہین شاید نیا نکالے اللہ اسکے پیچہے کوئی کام۔

کی خوبی اور خوشی اور برکت کو اپنی تنگ مزاجی یا شکر رنجی سے کھو ڈالے اور برباد کردے - مین یہان پر چند اشارے کلام مجید سے طلاق کی ممانعت پر نقل کرتا ہون -

(۱) وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (نساء ۳ ع)

یعنے گذران کرو عورتون کے ساتھہ اخلاق سے پھر اگر تم کو وہ بری معلوم ہون تو (اس پر صبر کرو اور انکو جدا نہ کرو) شاید تم کو نہ پسند آوے کوئی چیز خدانے اسی مین بہت خیر اور برکت رکھی ہو - دیکھو تفسیر جو اوپر نقل ہوئی دفعہ سابق -

(۲) و بعولتھن احق بردھن فی ذالک ان ارادوا اصلاحا (بقر ۲۸ ع)

یعنے عدت کے زمانہ مین اُنکے خاوندون کا حق ہے انکا پھیر لینا اگر چاہے صلح کرلی - اس مین ترغیب ہے اسپر کہ ملے رہنے مین اصلاح ہے اور الگ ہو جانے مین فساد -

(۳) لایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الآیۃ (بقر ۲۹ ع)

یعنے تمکو حلال نہین کہ لے لو کچہہ اپنا دیا ہوا عورتون کو اور اسکو ملاؤ اس آیت سے جہان مہر کو قنطار کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنے ڈھیرون بلا تعداد - پس اسمین یہی مصلحت ہے کہ جب نہ پہیر سکے کچھہ بھی دے لینا حرام ٹھیرا اور ادہر مہر کی کوئی حد نہین رکھی تو یہہ اسی ممانعت طلاق کا بندوبست ہے

(۴) فان طلقھا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا - یعنے اگر کوئی تیسری بار بھی طلاق دیدے تو پھر وہ اسپر حلال نہین ہو سکتی مگر اس صورت مین کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کرلے اور پھر شاید وہان سے ایسی

ہی نا اتفاقی ہو کر طلاق تک نوبت آوے منع ہو سکتا ہے۔ اسمین ہمیشہ حرام ہوجانے
کی دہمکی اسی ممانعت طلاق کی تدبیر ہے۔ اور جب ایسی ایسی تحریرین اور تدبیرین
منع طلاق کی ہین تو دوسری جگہہ سے طلاق کیون ہونے لگی تہی۔

(۵) زید نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً
منع فرمایا" وامسک علیک زوجک واتق اللہ (احزاب ۲۲ ح)

(۶) والصلح خیر (نساء ۱۹ ع) یعنے عورت اور مرد مین باہم صلح کرلینی خوب چیز ہے

(۷) ولا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (طلاق)
یعنے کیا معلوم ہے کہ خدا اسکے بعد نیا کام نکالے یعنے اُن مین صلح کی توفیق اور
ترک ارادہ طلاق کی سبیل کردے۔

(۱۸) قرآن مین دوہی تین موقع طلاق کے جائز ہو سکنے کے پائے جاتے ہین
اور وہ صورتین وہی ہین جو اصلی اور قدرتی عقد کیغرض اور نکاح کے مقصود
کے خلاف ہین اور ایسی صورتون مین طلاق کو جائز رکہنا عین حکمت اور مصلحت ہے

(۱) ایک صورت طلاق کو بے الزام جائز رکہنے کی یہہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے
سے پیشتر طلاق دیدی جاوے تو اسمین کوئی گناہ یا قباحت عقلی نہین ہے کیونکہ یہہ
نکاح کوئی لغوی نکاح نہین ہے بلکہ اصلاحی نکاح ہے یعنے وہ ایک معاملہ ہے قول وقرار
کا اور اس سے وہ غرض جو فطرتِ الٰہی مین خلق ازواج سے ہے حاصل نہین ہوئی ہے۔

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن (بقر ۲۱ ع)
یعنے اگر عورتون کو جن سے عقد ہوا ہو ہاتہہ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچہہ مضائقہ
نہین ہے الخ۔ ایسے ہی احزاب کی ۴۹۔ آیت ۶ ع۔ ایسے اصلاحی نکاح مین بہی عورت
کے لئے بڑی رعایت اور احسان کیا ہے یعنے جب ایسی صورت مین مہر نہ مقرر ہوا ہو تو
دستور کے موافق اسکو خرچ دینا چاہئے اور اگر مہر مقرر ہوچکا ہو تو نصف مہر دینا چاہئے

سقدر تو ضروری ہے الا عورت سب چہوڑ دے یا مرد سب دیدے تو اور بہی بہتر ہے (دیکہو اُسی آیت کی بعد کی آیتین)

(۲) دوسری صورت امکان طلاق کی یہہ ہے کہ عورت زنا کرے. چونکہ خدا نے نکاح کو تحصین کا ذریعہ بنایا ہے اور ہر جگہہ محصنین غیر مسافحین اور ولا متخذی اخدان کے لفظ فرمائے ہین † تو جب اس کے خلاف کوئی فعل ہوگا وہ فطرت الٰہی وضع ربانی اور شرع اسلامی کے خلاف ہوگا۔ ‡ ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ (نساء ۳ ع) یعنے جائز نہین کہ تم اپنی بیبیون کو بند کر رکہو تا کہ اُن سے کچہہ مہر مین سے چہڑوا لو مگر اُس حالت مین کہ جب وہ صریح بے حیائی کا کام کرین. عن الحسن الفاحشۃ الزنا فان فعلت حل لزوج ان یسالہ الخلع (مدارك) یعنے حسن کہتا ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا ہے اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہے کہ اُس سے خلع چاہے۔ اور یہی مضمون سورہ طلاق کی پہلی آیت مین ہی ہے" ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ" یعنے مت نکالو اُنکے گہرون سے اور وہ بہی نہ نکلین مگر جو کرین صریح بے حیائی۔

(۳) تیسری صورت امکان اور جواز طلاق کی مگر نہ خواہ مخواہ طلاق کی. یہہ ہے کہ نشوز اور ایذا اور بدخلقی. عداوت۔ نفاق۔ سوء العشرۃ اور فساد منزل کی صورتین پیش آوین اسکا علاج طلاق یہہ نہین بلکہ اسکی تدارک اسطرح پر چاہیئے۔

(۱) والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا" (نساء ۶)

یعنے جن عورتون کی بدخوئی کا تمکو ڈر ہو تو انکو سمجہاؤ اور جدا کر دو سونے مین اور

---

† نساء ۴ ع (مکرر) اور مائدہ ۱ ع

‡ ... اسکے پہلے کرتا پر وقف مجرد ہے اور یہہ جملہ مستانف اور جدید ہے۔

اگر اسپر بہی نہ مانین تو مارو (آہستہ سے تادیباً) پس اگر مان جاوین تو انپر الزام نہ تلاش کرو (یعنے تلاق نہ دو)

(ب) " وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق الله "۔

یعنے اگر تم ڈرو کہ وہ دونون آپسمین ضد رکہتے ہین تو کہڑا کرو ایک منصف مرد والون مین سے اور ایک منصف عورت والون مین سے۔ اگر یہہ دونون منصف چاہینگے صلاح تو خدا ملاپ کر دیگا اُن مین۔

(ج) " وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلاجناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنو وتتقوا فان الله کان بما تعملون خبیراً" (نساء ۱۹ع)

یعنے اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پہر جانے سے تو وہ دونون آپسمین صلح کرلین اور صلح خوب چیز ہے اور جیون کے آگے دہری ہے حرص۔ اور اگر تم نیکی کرو ان عورتون سے (اسطرحپر کہ گو وہ تمہین ناگوار ہون مگر تم صبر کئے رہو اور انکی صحبت کی رعایت کرو) اور بچو (لڑنے سے اور جی پہر جانے سے) تو خدا کو تمہارے سب کامونکی خبر ہے۔

بعض اہل علم نے لکہا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صرف حرامکاری کی صورت مین طلاق جائز رکہی ہے مگر جس لفظ کا ترجمہ حرامکاری کیا جاتا ہے وہ نہ صرف زناہی کے واسطے ہے بلکہ اس سے نشوز اور بیوفائی اور غدر جو عورت کیطرف سے ہو مراد ہے چنانچہ سلڈن اور ملٹن نے رسالہ اگزورعبریہ اور اعتقادات عیسویہ مین بہت سی اسناد ربانیان یہود کے محاورے اور کتب مقدسہ کے حوالون سے ثابت کیا ہے۔

(۱۹) جبکہ مرد اور عورت ہین جو ایک بڑی مضبوط زنجیر ادب کے عہد سے باندہی

کمی اور فطرت الٰہی کے قانون کے محکوم ہین کوئی وجہ شدید اور باعث قوی نہ پیدا ہو سکے یا غرض اصلی کے نہ حاصل ہو سکنے کا ہو تو نا اتفاقی شدید اور بے تعلقی نا قابل برداشت کیحالت مین یا زوج کے ترش مزاج یا تلون طبع ہونے کی صورت مین اس عہد مودت اور عقد دائمی کا ایسی آسانی سے دفعتًا اور بغتةً ٹوٹ جا سکنے کا حکم نہین دیا گیا بلکہ اور ان تدارک اور تدبیرون کے جنکا بیان پہلی دفعہ مین مفصل گذرا جب بناچاری کی وجہ ہو کر ارادہ طلاق اور قصد مفارقت کی نوبت آجاوے تب بھی ایک مدت دراز کی مہلت فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ مین بھی کئی ایک تدبیرین صلح کی قائم کردین۔

(۱) اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة واتقوا اللہ ربکم (سورہ طلاق ۱) عدت کے مقرر ہونے مین ایک خاص اور بڑی مصلحت یہی ہے کہ باہم صلح ہو جاوے اور بعولتھن احق بردھن فی ذالک کا بیان اس پہلی دفعہ مین گذرا۔

(۲) پھر اس عدت مین عورت کو اپنے گھر سے نہ جانے دینا چاہیے اور نہ وہ عورت خود جاوے الا یہہ کہ زنا کی صورت ہو۔

لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة (طلاق ۱)

(۳) پھر جہان مرد خود رہے وہین عدت والی عورت کو بھی جگہہ دے۔

" واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن (طلاق)

یہہ سب تدبیرین اس مصلحت سے ہین کہ انکے باہم سے رنجش دور ہو اور باہم رغبت کرین اور ہر کوئی ناعاقبت اندیش ذراسی سوء مزاجی یا اختلاف پر طلاق نہ دے بیٹھے۔

(۴) بالآخر سورۂ طلاق مین یہہ بھی ہے کہ عدت پوری ہو جانے کے بعد یہہ کچھہ ضرور نہین ہے کہ طلاق ہی دیجاوے اور مفارقت ہی اختیار کیجاوے بلکہ یہہ حکم ہے۔

" فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف "۔

یعنے جب وہ پہنچین اپنے وعدہ کو تو یا رکھہ لو دستور سے یا جانے دو دستور سے۔

(۲۰) اکثر مخالفون نے قرآن مین طلاق کے احکام مکرر دیکہکر سمجہا کہ صاحب قرآن کی نظر مین یہہ ایک ہلکی سی بات ہے اور عدم مبالات کی نظر سے دیکہکر سمجہتے ہین کہ قرآن نے عموماً طلاق کے جواز سے حسن معاشرت کی خرابی تدبیر منزل کا فساد دباہم آسایش کی گذران مین بدنظمی اور ترتیب اولاد مین ابتری روا رکہی مگر اُن لوگون نے اِن حکمون مین کبہی غور سے نظر نہین کی کسی فقیہہ سے احکام پوچہہ لئیے یا احکام قرآنی کو اُسکی رائے پر حمل کر لیا اور ظاہر ہے کہ فقیہہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مطاعن نہین ہے اُسکو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی اور رائے اور قیاس سے نکل سکین بتا دینے سے کام۔ البتہ متکلمین اسلام کا یہہ کام ہے طلاق کو ایسے ناگزیر او سخت موقع پر جنکا ہم نے بیان کیا ہے جائز رکہنا انسان کے حق مین بڑی بہبودی اور احسان کا کام ہے ایسے ازدواج سے جس مین دونون کی زندگی حرام اور عیش تلخ ہو مخلصی دلانا عین حکمت ہے۔ جو لوگ طلاق کے باب مین بہت سخت ہین وہ بہی دو ایک صورت طلاق کی جائز رکہتے ہین پہر جب کسی ضرورت شدید سے اُسکا جواز ماننا پڑا تو پہر اُس کے احکام قلمبند نہ کرنے بے عقلی ہین اور نہ اُن احکام کے بیان سے طلاق کی اباحت ایسی بے پروائی آزادی اور مطلق العنانی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ایام جاہلیت کی رسوم ازدواج و طلاق کو دیکہا جاوے تو ثابت ہووے کہ جملہ احکام طلاق ان بد رسمون کی اصلاح اور تہذیب مین صادر ہوئے ہین جنکی حرکتین بہائم اور درندون کی مانند تہین یا اُن شدید التعصب کے وہم باطل کی دوستی کے لئے تہے جو وقوع زنا پر بہی طلاق کو جائز نہ سمجہتے تہے۔ پس ان سب افراط و تفریط پر نظر کر کے اسکی قباحتین رد کی گئین اور بُرائیان دفع کی گئین نہ کہ از سر نو اجازت دی گئی ہو یا ابتداً جاری کیا ہو۔

(۲۱) اب ہم پہر اُن احسانات اسلام کا بیان کرتے ہین جو بنی نوع انسان پر مبذول فرمائے گئے

ایامِ جاہلیت مین طلاق کے حیلہ سے بہت ظلم کیا کرتے تہے مثلاً عورتون کو جس مین کر رکہتے تہے یا معلّق چہوڑ دیتے تہے تاکہ وہ زرِ مہر مین سے کچہہ چہوڑ دین یا طلاق کے بعد بہی اُنکو اس غرض سے روک رکہتے تہے کہ کسی اَور سے نکاح نہ کرین تاکہ زوجِ سابق کی ذلت ہو مگر قرآن نے ان سب باتون کو منع کیا اور زنِ مطلّقہ سے کچہہ واپس لینا کیسا اُلٹا اُسے کچہہ دینا واجب ٹہیرایا۔

(۱) ولا تمسکوا هن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذالك فقد ظلم نفسه" یعنی عورتون کو بند نہ کرو ستانے کے لئے اور جو کوئی ایسا کرے اُسنے اپنے حق مین بُرا کیا (بقر ۲۹ ع)

(۲) "فاذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوا هن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف" یعنی جب طلاق دی تم نے عورتون کو اور وہ پہنچ چکین عدت کو تو اب نہ روکو اُنکو کہ نکاح کرلین اپنے خاوندون سے جب راضی ہو جاوین موافق دستور کے (ایضاً ۳۰ ع)

(۳) اس مین اس بات کا بہی اشارہ نکلتا ہے کہ عورت کے میکے کے لوگ اُسکو بعد عدت اپنے شوہر سے پہر ملجانے کو نہ روکین۔

(۴) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین" (بقر ۳۰ ع)

(۵) اگر طلاق پانیوالی عورت پیٹ سے بہی ہو تو جب تک وہ بچہ نہ جنے اُسکو کہانا کپڑا اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے اور اگر بچے کو دودہ بہی وہی پلاوے تو پہر اُسکی اُجرت جداگانہ۔

(۶) وان کن اولات حمل فانفقوا علیهن حتی یضعن حملهن فان ارضعن لکم فاتوا هن اجورهن"۔ (طلاق)

یعنے اگر وہ عورتین پیٹ سے ہون تو اُنکو نفقہ دو جب تک بچہ ہو۔ اور اگر دودہ پلاوین تمہاری خاطر تو اُنکو دو اُنکے نیگ۔

(۲۲) بیوون کے نکاح اور لونڈی اور غلامون کے نکاح کا عام حکم عرب کی رسم کے خلاف اور رومن کیتہلک کے علے الرغم جاری کیا چنانچہ فرمایا ہے "وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم واماءکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ+ (نور ۴ع)

اس آیت کا آخری فقرہ کہ اگر وہ لونڈی اور غلام محتاج ہونگے تو خدا اُنکو اپنے فضل سے مالدار کردیگا۔ اس پر دلیل ہے کہ غلام بہی اپنے مال کے مالک ہوتے ہین۔ اگلے زمانہ مین اور اب بہی غلامون کی یہہ خرابی ہے کہ وہ آپ کسی جائداد کے مالک نہین تصوّر کئے جاتے اور اسی وجہ سے غلامون کے مالک اُنکو ازدواج سے بہی محروم رکہتے تہے۔

اہل عرب اپنے باپ کی جوروؤن کے نکاح مین مضائقہ کرتے تہے اسطرح کہ وارث خاندان اپنی سوتیلی ماؤن کو روک رکہتا تہا تاکہ وہ دوسری شادی نہ کرین۔ اور عیسائیون مین ایک قسم ایسی عورتون کی تہی جو تمام عمر بے شوہر رہتی تہین۔ اور ایک فرقہ ایسے مردون کا تہا جو مذہبی امور کی پابندی سے تمام عمر نکاح نہین کرتے تہے۔ اور پوپ اور کونسل کے فتوی اس باب مین بہت سی قباحتون کے باعث ہوئے اور اُنکی بنا نہ صرف پوپ کی بدعات اور رسوم پر تہی بلکہ پولوس مقدس کی رائے کا رجحان بہی باوجود طمطراق[۲۵/۱۴] کے اسی طرف تہا۔ دیکہو اول کرنتہیون باب ۷ ورس ۸ و ۲۶ و ۲۷ و ۳۲ و ۳۸ و ۴۰

اور جو جو قباحتین اُن بدرسمون کے پیدا ہوئے مین اور جو جو قاعدے کلیسا مین بڑے بڑے عہدے پانے والون کے تجرّد کے لئے مقرر ہوئے اُنکی ایک بڑی تاریخ ہے عیسوی مشائخ مین سے جیروم (سنہ ۴۲۰) اور امبروس (سنہ ۳۹۷) اور رومانی اسقفون مین سے داماسیوس (سنہ ۳۸۴) اور سری سیوس (سنہ ۳۹۹) اسکے بڑے حامی تہے اور ۳۰۵ء کی کونسل البریس مین بشپ اور ڈیکن اور پادریون کو

+ اور بیاہ دو رانڈون کو جو تم مین ہون اور جو نیک ہون تمہارے غلام اور لونڈیان اگر وہ ہونگے مفلس اللہ انکو غنی کریگا اپنے فضل سے۔

تجرد کا عام حکم ملا اور تولیدو کی کونسل ۸۹ھ میں یہہ حکم نکلا کہ کلرجی (یا دری؟) کسی عورت سے مشتبہ پایا جاوے تو قاضی اُس عورت کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت مسکینون کے صرف مین لاوے۔ اسقف جیرجیس اکبر تجرد کے مسئلہ کا بڑا حامی تہا اور ایک نقل مشہور ہے کہ جب اُسنے اپنا تالاب صاف کرایا تو اسمین چہہ ہزار بچون کی کہوپریان نکلین۔ یہہ نتیجہ اُس قانون کا تہا جس مین اُسنے دینی عہدہ دارون کو مناکحت سے ممانعت کی تہی۔ اس نتیجہ مین جو جو خرابیان ہوئین اُنمین سے ایک یہہ بہی ہے کہ پادریون کے لڑکے جو باوجود اس تجرد کے ہوئے بغیر نہین رہتے تہے کالعدم قرار دیئے گئے اور بینڈکٹ ۸ نے کونسل پنویا ۱۰۲۲ھ مین اُن لڑکون کو کالعدم قرار دے کے ہمیشہ کی غلامی مین دیدیا۔ اور شہنشاہ ہنری ۲ نے اُن احکام کی تعمیل مین سیاست بہی ہمردیف کردی۔ آخر الامر سینکڑون برس کے بعد اُن خرابیون کی اصلاح شروع ہوئی۔ اور لوتہر گو سب سے اول تو نہین مگر وہ بہی منجملہ منکرین مسئلہ تجرد تہے اور ۱۶۲۵ھ مین کیترین دین بورا سے جو دائمی تجرد کی نذر کرچکے تہے مگر پہر اُس سے پہر گئے تہے نکاح کیا۔ قرآن مین اس رہبانیت کی اصلاح ان لوتہر وغیرہ لوگون سے صدہا سال پیشتر ہوچکی تہی۔ اور جو ٹہیک ٹہیک اسکی منشا اور کیفیت تہی اسپر اشارہ ہوا ہے۔

"ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها" (حدید ۴ع)

بعضے عیسائیون نے دنیا چہوڑنا بنا نکالا ہم نے اُنپر واجب نہین کیا تہا۔ یہہ اُنہون نے خدا کی رضامندی کے لئے نکالا مگر جیسے نباہنا چاہئے تہا نہ نباہا۔

اور لا رهبانية في الاسلام بارہ سو برس سے مشہور ہے۔

(۳۴) اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسائل نکاح وطلاق نقل کرکے انکا

جواب لکہنا بہت ضرور ہے گو مین دیکہتا ہون کہ مضمون طول ہوا جاتا ہے مگر ان اعتراضون سے یہہ فائدہ ہے کہ عوام ملاؤن کی آنکہین کہلین اور جواب سے یہہ فائدہ ہے کہ اسلام یا قرآن پر سے بیجا تہمتین دفع ہون اور اسکے احکام کی خوبیان ظاہر ہون اور نیز جو کچہہ خالص احکام قرآن اور رسوم باطلہ مین فرق ہے وہ بہی عیان ہو جاوے

(۱) اعتراض۔ لونڈیون کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہین ہے اُن سے ہر کوئی مسلمان بلا لحاظ اپنی چار عورتون کے اور بغیر کسی رسم ما قبل یا ضمانت ما بعد تصرف کر سکتا ہے اور لونڈیان بنانے کی رسم اس نامحدود اجازت کے لئے ایک ضروری شرط ہے اور کوئی مسلمان اپنے دل سے یا خوشی سے اسکے بند ہونے پر راضی نہوگا۔

جواب۔ ہم نے اپنی نوین دفعہ مین بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کے لفظ نساء مین آزاد اور غیر آزاد دونون داخل ہین۔ پس ۴ کے عدد سے محدود ہین اور یہہ بہی ہم بیان ہو چکا ہے کہ لونڈیون سے نکاح اُس صورت مین تہا جب کہ آزاد سے نکاح کا مقدور نہو پس جبکہ ایک کا وجود دوسری کی نفی پر موقوف ہے تو دونون کے جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہین۔ اور ہم نے بعض فقہا کے قول کی طرف بہی اشارہ کیا ہے اذا کان تحتہ حرۃ لم یجز لہ نکاح الامۃ (ابو حنیفہ امام۔ تفسیر کبیر) پس یہہ اعتراض قرآن پر بیجا ہی اور بغیر کسی رسم کے اُنکا تصرف بہی مین تسلیم نہین کرتا کیونکہ فانکحوا ھن باذن اھلھن مین صاف نکاح کا حکم ہے اور پہر دوسرا فقرہ محصنات غیر مسافحات + اور ولا متخذی اخدان اور یہی صورتین مداومت کی ہین۔ اور ضمانت کے واسطے مہر کا تعین کنیزکون سے ویسا ہے جیسا کہ آزاد سے وآتوھن اجورھن بالمعروف اور دیدو انکو انکے مہر موافق دستور کے (نساء ع ۴) اور یہہ بات کہ مسلمان کبہی اس رسم پاک مین سکے بند ہونے پر راضی نہونگے اسکا جواب فقہا کے ذمہ ہے۔

+ یعنے وہ لونڈیان قید مین آتیان نہ مستی نکالین اور نہ چہپی یاری کرتیان۔

(۲) اعتراض - یہہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتون کی حالت مین تہذیب اور اصلاح کی نگہ مین سمجھتا ہون کہ اسلام نے ازدواج کیصورت مین بہ نسبت زمان جاہلیت کے عورت کیحالت زیادہ تر ذلیل اور پست کردی ہے البتہ ایک امر خاص مین تو یعنے بیٹی کا اپنے باپکی پیرون کا وارث ہونا اس مین تو اسلام نے عورت کو ایک سخت اور شدید خرابی جہالت سے چھوڑایا ہے اور کوئی آزاد عورت شریعت اسلام کے روسے اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہین ہوسکتی مگر ازدواج کیصورت مین جو حیثیت عورتون کی اسلام نے قرار دی ہے وہ ایک ایسی کمینی اور ذلیل مخلوق ہی جو اپنے شوہر کی خدمت کے لئے مخلوق کی گئی ہے اور بغیر ایک گھنٹہ کے پیشتر سے خبر دینے کے نکال دیجاتی ہے اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقاً فوراً بے غور و تامل طلاق دینے کا دیا ہے مگر عورت کے لئے کوئی رعایت اس قسم کی نہین رکھی وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اور معطل ہمیشہ اپنے خاوند کی لونڈی بنی ہوئی اور معلق رہتی ہے۔ جبکہ درحقیقت طلاق ہوجاوے تو اپنے مہر کا دعوی کرسکتی ہے۔ گو اسلئے کا علم کہ عورت ایسا دعوی کرسکتی ہی دفعتاً مرد کی رائے نہ بدلنے کی ایک ناخوش روک تو ہے مگر لونڈیون کے حق مین یہہ ناقص قید بھی نہین ہے اور مرد کو صرف طلاق ہی کا اختیار نہین ہے بلکہ حبس کرنے اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف دیا گیا ہے۔ دیکھو سورہ نساء کی ۳۴ - آیت

جواب - شریعت اسلام کی اصلاحون کی خوبی اور خصوصاً منزلی تدبیرون کا حسن تب ہی خوب معلوم ہوتا ہے جب جاہلیت کی رسوم اور آداب نکاح اور ملکون کے بلکہ بلاد فرنگ کی ابتک کی رسوم ازدواج کو بلاسبق ظن اور تعصب قرآن کے احکام سے مقابلہ کیا جاوے

جو باتین معترض نے منکوحہ عورتون کے حق مین قرآن سے منسوب کی ہین وہ بے بنیاد ہین۔ ہم پہلے ثابت کرچکے ہین کہ قرآن نے ازدواج کی پیدایش مردون کی تسکین اور محبت اور رافت کے واسطے کی ہے + اور پھر انکو باہم ایک دوسرے کے لباس سے

تشبیہہ دی ہے † اور اس مین اُنکے عزیز اور گرامی اور بالکل محتاج الیہا ہونے پر اشارہ کیا ہے اور اُن سے نیک طریق پر معاشرت کرنے اور صلح قائم رکھنے کی مکرر وصیت فرمائی ‡ ہے اور اُنکے حقوق کو آزادی اور اختیار اور جملہ تصرفات مین مردون کو مساوی قرار دیا ہے § اور جبانتک نیچر اور عرف نے اجازت دی ہے جیسے عوتون پر حق ہے ویسا ہی اُنکا بہی حق ہے ۔ ۱۱

اور تعجب ہے کہ معترض نے طلاق کو ایسا سمجہا کہ بغیر ایک گہنٹہ کی نوٹس کے بہی مطلقاً اور فوراً موثر ہو جاتی ہے یا کوتہ اندیشی اور غصہ کیحالت مین فوراً نافذ ہو جاتی ہے حالانکہ جو وجوہ اور اسباب نکاح کے قرآن مین لکہے ہین وہ خود ہی مانع طلاق ہین اور بہرصورت ناگزیر اور واقع لاعلاج جو باعث فساد منزل اور موجب انفکاک نظم ہو اسمین سے ایک یا دو مرتبہ کی طلاق کو کافی نہین سمجہا بلکہ ایک بڑی مدت فکر اور تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور اسمین صلح کی ترغیب دی اور پہر عدت اور رجعت اور تیسری مرتبہ مین اس بات کی تخویف فان طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره سب تدبیرین طلاق کے حفظ اور ضبط کے واسطے ہین ۔ اور مرد کی رائے بدل جانے کا تدارک طلاق نہین قرار دیا بلکہ جہگڑے اور ناخوشی کے رفع دفع کرنے کی تدبیرین اَور ہین جو اوسکی موضع مین بیان ہوئی ہین ۔

اور یہہ بہی عجب ہے کہ معترض نے اس بات سے انکار کیا کہ گویا طلب طلاق کا عورت کو اختیار نہین دیا گیا حالانکہ فلا جناح علیهما فیما افتدت به مین صاف مسئلہ خلع

† سورۂ بقر ۲۳ آیت ۱۸۷
‡ نساء ۵ ع
§ بقر ۲۸ ع
۱۱ نساء ۳ ع

مسئلہ خلع کا بیان ہے۔
اور جو عورت کے متعلق رہنے یا عموماً معروض علیہا ہونے مین لکھتے ہین وہ بہی خلاف
تصریحات قرآنی ہے کیونکہ ہر جگہہ حسن معاشرت پر تاکید ہے فعاشروھن بالمعروف
(۴ ح ۴ ع) اور بالتخصیص اسی مقدمہ مین یہہ بہی فرمایا فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا
کالمعلقہ اور یہہ بہی عجیب ہے کہ لونڈیون کے حق مین ادائے مہر کی شرط نہین حالانکہ
واٰتواھن اجورھن بالمعروف (۵ ح ۲ ع) ہر کوئی قرآن مین پڑہ سکتا ہے۔
اور نشوز کی حالت مین کمال حکمت اور مصلحت ہے پہلے نصیحت کر دینا اور اگر اس سے
اصلاح نہو سکے تو ہجرت فی المضاجع۔ اور جب یہہ تدبیر بہی فساد منزلی کی اصلاح کو کافی
نہو تو بنا چاری اور مصلحتاً تادیب بہی مناسب ہے اور یہہ سب صورتین طلاق کی
تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہین نہ کہ خوردہ گیری کے لائق۔
پس ایسا مارنا جس کی تفسیر ضرب غیر مبرح سے کی گئی ہے اور گویا طلاق کا بدل
ہے۔ عورتون کی حالت کو نقصان اور مضرت نہین پہنچا سکتا اور اور جگہہ قرآن مین
عورتون کو ضرر پہنچانے کی صاف ممانعت ہے۔ چنانچہ
ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا (بقر ۲۹ ع)

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن (طلاق)

(۴۳) اعتراض۔ استبدال زوج یعنے ایک عورت کو طلاق دینا اس غرض سے
کہ دوسری سے نکاح کرین قرآن مین تسلیم کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ مہر پورا
ادا کیا جاوے پس جبکہ ایہا السرور اس طرح پر مجبورا ور مقہور اور مقید اور مہجور اور
فی الفور وقتاً غصہ مین یا اضطراراً نکالدیجاوے تو یہہ کیونکر کہا جاوے کہ شریعت
اسلامی نے عورتون کے حق مین بہبودی کی۔ مجہے اس کہنے مین کچہہ تامل نہین کہ زمانہ
جاہلیت مین عورت کو زیادہ آزادی بڑی صحت و تندرستی زیادہ عفت سے حاصل تہا۔

جواب- ان اردتم استبدال زوج کو ایک حکم ابتدائی اور جواز استبدال کی پروانگی سمجہنا خلاف مراد کلام الٰہی ہے کیونکہ آیت کا مقصود یہہ ہے کہ طلاق کی حالت مین زرمہر مین سے کچہہ بہی لے لینا کسی طرح درست نہین اور اسطرح کے واپس لینے کو امر ناحق اور صریح گناہ قرار دیا اور نیز اسے خلاف عہد بہی بتلایا پس اس آیت مین گو ضمناً جواز طلاق کو تسلیم کیا مگر مقصود ممانعت طلاق ہے کیونکہ جب مہر کامل ادا کرنا اور اسمین سے کچہہ بہی نہ لینا ایک حکم محکم قرار دیا اور ادہر مہر کی کوئی حد نہین رکہی بلکہ قنطار کے لفظ سے اسکی تعداد کا بیشمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی صورت مین طلاق کے مقدمے بہت ہی کم نکلینگے گویا کہ طلاق کو ایک بڑی مشکل شرط پر موقوف رکہا تو اسکا مقصود منع طلاق ٹہیرا نہ کہ جواز- اور ایک لطف یہہ ہے کہ اردتم کا لفظ فرمایا ہے جس سے وقوع طلاق کی تسلیم وتجویز نہین نکلتی- خلاصہ یہہ کہ اس آیت سے جواز طلاق (اور وہ بہی ناپسندیدہ اور قبیح طریق سے) مین پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے- اور اس آیت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے طلاق کو ترویج دی ایک بڑی بے باکی ہے کیونکہ اسکا مقصد یہہ نہین کہ تم طلاق دیا کرو بلکہ محل کلام یہہ ہے کہ زرمہر مین سے کچہہ نہ لیا کرو- گو ایسا موقع اسی وقت پیش آویگا جبکہ طلاق ہوگی مگر اس حکم کی منشا دیکہنی چاہئے کہ طلاق کے جواز کو صرف ضمناً تسلیم کر لیا ہے نہ یہہ کہ اس سے اسکو بالاستقلال جائز کیا ہو- اور اسی لئے اردتم کا لفظ بہی کہا اور محاورات مین بسا اوقات ایسا بول جاتے ہین کہ نتیجہ مین گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا ذکر فرض وتسلیم کی صورت مین ہو جاتا مگر اس سبب کے جائز یا ناجائز ہونے کا ذکر مقصود نہین ہوتا-

اور درحقیقت اس آیت مین اس متلون مزاج ناعاقبت اندیش کی چہچوری حرکت پر جو گہڑی مین گہر بناوے اور گہڑی مین بگاڑے تنبیہ کر دی ہے تاکہ وہ بلا سبب وبغیر ضرورت محض لذت حاصل کرنے کے لئے استبدال زوج چاہتا ہو- اس صورت مین یہہ

حکم اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا۔ پس ان سب تقریرون کے خلاصہ مین ہم کہتے ہین کہ زمان جاہلیت کے اداب مین بلکہ یہود اور رومن کی رسوم مین بہی عورت کی ذات بہت بدتر کمتر ذلیل تر حالت مین اکثر بے اختیار اور قیدی کیطرح بسر کرتی تہی اور حق شوہر کے بہت سے فائدے اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تہی اور انگلستانی رسمین ابتک اُسکے حق مین سخت اور شدید ہین مگر اسلام کے شارع نے احکام قرآن مین عورتون کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی مین اگلے زمانہ کی حالتون سے کہین بڑہکر بہتر اور برتر کردیا اور عدالت کے حکم اور عاشروهن بالمعروف کی وصیت اتار کر بینکم بالمعروف کے فتوے سے اس سے زیادہ خوشحال اور فارغ البال کردینے کو اس اصلی غرض کو جسپر محصنین غیر مسافحین مین اشارہ کیا ہے اس قدر تسکین اور باہمی اطمینان کو جو هن لباس لکم سے مراد ہے بڑے کامل طور سے پورا کیا

(۴) **اعتراض**۔ اور لونڈیون کے حق مین جو مسلمانون کی غلامی مین ہوتی ہین شبہ ہے کہ انکی حالت ذلت سے زیادہ جنس انسان کی اور کوئی حالت قیاس مین اسکے ان سے تو کمترین مخلوقات کی حیثیت سے سلوک کیا جاتا ہے۔ قید و بند تو انہین بہی ہے گو یا کہ وہ منکوحہ ہین مگر حقوق زوجیت سے وہ صاف محروم ہین وہ بالکل اپنے مالکون کے اختیار مین ہین صرف ایک صورت مخلصی کی یہ ہے کہ جب وہ ام ولد ہوجاوے تو بک نہین سکتی اور مالک کی وفات پر آزاد ہوجاتی ہے سو بہی قرآن شریف مین نہین ہے۔ ماریہ قبطیہ کی مثال پر قیاس کیا جاتا ہے۔

جواب۔ لونڈی اور غلام کی کامل آزادی اسلام مین ہوچکی ہے اسکا ذکر آگے آتا ہے مگر یہان پر اسی قدر کافی ہے کہ اسوقت مین کنیزکون سے تمتع کی تجویز ایک شائستہ تر صورت مین ہے اور وہ بہی مصلحت سے خالی نہ تہی یعنے جس شخص کو نکاح آزاد کا مقدور نہو اور بے نکاح رہنے مین زنا کا اندیشہ ہو گو با ایں ہمہ بہی لونڈیون کے نکاح سے جتنا

ہی بہتر قرار دیا چنانچہ فرمایا کہ دان تصبر واخیر لکم (دیکھو اس مضمون کی ۹ دفعہ)

(۵) **اعتراض**۔ طلاق کے قاعدون مین ایک قاعدے کی نسبت یہ بولے جاتا کہ ایک خاوند دو مرتبہ طلاق دے دیکر تو پہیر سکتا ہے مگر تیسری مرتبہ کے بعد پہیر نہین سکتا اور یہ فعل کیسا ہی ناحق اور مضر ہو اور کیسے ہی غصہ کا نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی کچہہ نہ اس بیجرم عورت کو نہین بلکہ اسکے معصوم بچون کو اثر پہنچتا ہو اور وہ شوہر بہی کیسا ہی کچہہ اس ظلم کی اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ منسوخ ہی نہین ہو سکتی مگر یہ کہ وہ طلاق دی ہوئی عورت ایک سخت شرط پر پہر آسکتی ہے کہ پہلے اسکا کسی اور سے نکاح ہو اور یہ بہی اسے طلاق دیدے (بقر ۲۳۲)

مسلمانون کی حیا وغیرت کا اسی پر قیاس کر لیا جاوے کہ مطلقہ بائن کے پہر جائز ہونے کے لئے ایک مستحل یعنے عارضی شوہر کو باجرت پر رکہہ لیا جاتا ہے اسکی ایک مثل مشہور ہو گئی ہے الف عشق دکا مستحل۔

جواب۔ طلاق بائن کی جو اخلاقی اور منزلی اور تمدنی قباحتین بیان ہوئی ہین وہ احکام قرآنی پر عاید نہین ہوتین۔ قرآن مین پہلے ہی اس کو تند اندیش تنک مزاج تلون طبع خفیف الحرکت سبکسر مرد کے غیظ وغضب اور جوش وخروش اور عدوان کا علاج کر دیا ہے اور کئی تدبیرین اسکے روک تہام کی مثلاً عدت کا مقرر ہونا اور ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ دراز مین وہ شخص اچہی طرح اپنے ارادہ سے پشیمان ہوکر باز آسکتا ہے اور نیز یہ کہ مدت مدت تک دونون ایک ہی جگہہ ایک ہی مکان مین رہین جو خاص اس غرض سے تہی کہ دونون مین باہم صلح ہو جاوے۔ پہر اس عدت کے بعد بہی ضرور نہین کہ طلاق ہی دیجاوے بلکہ اختیار ہے کہ یا رجعت کرین یا رہنے دین۔ تو کیا اتنے عرصہ مین اور ان تدبیرون پر بہی تلون مزاج کی دفعتاً طیش وغضب سے باز آنے کا موقع نہ لگیگا۔ اور کیا ایسا بہی وہ اپنی مجبوری اور بے بسی کا عذر کر سکتا ہے اور کیا اتنی مدت تک اسکی بدخوئی

ستمر رہیگی۔ پس ان تینون طلاقون مین (الطلاق مرتان) اسے علی التفریق دو بار

الجمع۔ فان طلقها (اسے ثالثۃ) (فلا تحل لہ) جو جُدا جُدا اک عرصہ ممتد کے

بعد ہون شریعت نے کوئی عذر اور حیلہ ناگہانی قصدا ور غلطہ ناخوشی کا اُٹھا نہین

رکھا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز مزاجی پر ندامت اور افسوس ہو بلکہ اکا اختیار

فعل ہے کہ اسکا الزام اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہے۔

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے بہانے اور کم کرنے کی غرض سے ہے تاکہ بیشک

اسکی رسوائی کسی صاحب غیرت کو ایسے ارادہ پر جرأت نہ کرنے دیگی یعنی کوئی باحمیت

نہ طلاق بائن دیگا نہ حلالہ کی رسوائی اُٹھائیگا۔ اور محلل لہ اور محلل کی شناعت پہلے ہی

بیان ہو چکی ہے۔ یہی ہم حجۃ البالغہ مین دیکھتے ہین لعنت رسول اللہ صلعم المحلل والمحلل لہ

اور یہہ تو ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ گویا شریعت نے اس حیلہ پر حرام صاحب غیرت

کی پردہ دری اس رسم سے گوارا کی ہو کیونکہ مستحل صرف اس عورت کو اس غرض سے

کہ وہ اگلے شوہر کو اس حیلہ سے حلال ہو جاوے پہلے ہی سے ارادہ کرکے تھوڑی دیر

کے لیئے نکاح کرے تو وہ ہرگز درست نہوگا کیونکہ نکاح مین تو مداومت اور تحصین اور

عدم سفاح اور تعاون فی العشرت اور باہم کی تسکین اور اتحاد مراد اور مقصود ہے تو

ایسی صورت مین محلل کا نکاح دائمی ہوگا جب تک کہ کوئی ایسی ہی ناگزیر ضرورت طلاق

کی جسکا بیان آگے ہو چکا ہے پیش نہ آوے۔ پس اس عورت کا بائن ہونے کے بعد حلال

نہونا اُس مرد کے لیئے سزا ہے کہ اُس نے عہد آلہی اور قانون قدرت کی رعایت نہکی

موسوی شریعت مین بھی مطلقہ اپنے شوہر پر حرام ہوجاتی تھی مؤبداً (سما ۲۴ تورات)

کی نظر مین اتفاق کو ترجیح ہے افتراق پر۔

(۴۲) حیف ہے اگر اس مقام پر جناب پیغمبر صلعم کی خاص ازواج طیبات کے احکام بیان

کیئے جاوین۔ گو اس تحریر کیوضع سے یہہ بحث خارج ہو۔

ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبگار ہوگی کہ مصلح قوم اور ہادی انام نے (جسنے ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام جاری کئے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم قبیحہ اور عادات ضارہ کو روکا اور کم کیا) خود اپنا نمونہ کیسا دکھلایا۔ اور بالضرور ہر ایک شخص کا وجدان اسپر گواہی دیگا کہ ناصح ملت اور مہذب مذہب خود ہی ایک نمونہ ہونا چاہیئے۔ تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات کا تاکہ لوگ اُس سے نفرت نہ کریں اور یہی امر اصل ہے مسئلہ عصمت کی

جناب پیغمبر صلعم کے احکام ازدواج عجب حکمت کے احکام تھے جن سے ہم اب ہی اس بات پر استدلال کر سکتے ہیں کہ کسی متنبی سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال نہیں کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حرمان شدید کے ہیں۔ اوایل سورۂ نساء کی آیت (جس میں عورتوں کی حد مقرر ہے) نازل ہونے سے پیشتر + جناب پیغمبر صلعم کی نسبت یہ حکم ہوا تہا کہ ازواج موجود (جن کا عدد بعد کی مقرر کی ہوئی نصاب سے زیادہ تہا) حلال ہیں (تنزیل میں ہی اُنکی حلت کو ظاہر فرمایا گیا) ‡ اسطرحپر یا ایہا النبی

+ یہہ بات کہ سورۂ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اُسکے ثبوت میں یہہ دلیلیں ہیں (۱) قصیدہ تقریب المامول فی ترتیب النزول تصنیف برہان الجعبری کا ایک شعر یہہ ہے ؎ لاحزاب مایدۃ امتحان النساء مع زلزلت ثم الحدید تاملا۔ (۲) ابن ضریس نے فضائل القرآن میں ابن عباس سے روایت کی ہے اسمیں مدنی سورتیں اسطرحپر ترتیب دی ہیں۔ ثم البقرہ ثم الانفال ثم آل عمران ثم الاحزاب ثم الممتحنہ ثم النساء الخ۔ (۳) بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی ہے دلائل النبوۃ میں اسمیں مدنی سورتوں کی ترتیب اسطرحپر ہے ویل للمطففین والبقرہ وآل عمران والانفال والاحزاب والمائدہ والممتحنہ والنساء الخ

‡ اس اظہار تحلیل سے یہہ نہیں لازم آتا کہ اسوقت تک جبکہ یہہ وحی ہوئی وہ غیر حلال تہا کیونکہ اسوقت تک جو ہوا تہا اسکی حلت سنت یعنی فعل رسول اللہ و انبیا سابقین کے دستور و قوم کی رسم اور قانون قدیم کی مطابقت سے ہوتا تہا اور اسی تحلیل کا اظہار ہوا بایں معنی کہ ہم حلال کر چکے ہیں اُن انکو مگر آئندہ الخ

اور ایسی کئی مثالیں ملسکتی ہیں جنمیں نزول حکم متاخر ہے اور عمل متقدم مثلاً آیت وضو جو بالاتفاق بعد ہجرت نازل ہوئی حالانکہ اسکا حکم کئی برس پہلے سے تہا یا آیت جمعہ جو مدنی ہے مگر جمع کی فرضیت مکی ہے ایسے ہی فرضیت زکوٰۃ کا حکم بہت پہلے سے تہا اور اسکا عمل اوائل ہجرت سے ہے دیکہو اتقان میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہے۔ ما تاخر نزولہ عن حکمہ (نوع ۱۲)

وہاں تو صیغہ ماضی کا ہے اور یہاں امر کی صورت میں نہیں ہے کیونکہ جسطرحپر یہہ آیت تو ہی کی حلت ظاہر کرتی ہے آئندہ کیواسطے کوئی حکم نہیں دیتی۔

انا احللنا لك ازواجك التی اتیت اجورهن وما ملکت یمینك مما افاء الله علیك + وبنات عمك وبنات عماتك ‡ وبنات خالك وبنات خالاتك§ التی هاجرن معك ¶ وامراة مومنة ان || وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها خالصة لك من دون المومنین ¶ قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم وما ملکت ایمانهم لکیلا یکون علیك حرج ط (احزاب ۳۹) یعنے ہم نے حلال کین تجھکو تیری عورتین (یا ہم جائز کر چکے ہین تجھکو تیری عورتین) جنکے مہر تو دے چکا اور جنکا تو مالک ہو چکا فی کے ذریعے سے (اب جو مہر دے چکنے کیوجہ سے حلال ہین اُنکی تفصیل ہے) تیری چچا زاد اور پہوپی کے قبیلہ کی عورتین اور ماموں زاد اور خالہ کے قبیلہ کی عورتین جنہوں نے ہجرت کی تیرے ساتہ۔ اور وہ عورت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا نبی پر اور نبی نے بہی چاہا اُسکو نکاح مین (مراد خدیجہ رضی اللہ شاید) (یہہ احکام جنمین اسوقت موجود عورتون کے جائز رکہنے کا حکم ہے اسطرحپر کہ عین اُن عورتون کا اور ذات شخصیہ اُن عورتون کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ

+ تفسیر جلالین مین مما افاء اللہ کی تفسیر مین صفیہ اور جویریہ کا نام لکہا ہے اور یہہ دونون مشہور ہین کہ آزادی کیحالت مین نکاح مین آئین۔

‡ بنات عم سے نساء قریش مراد ہین۔

§ بنات خال سے نساء بنی ظہرہ مراد ہین۔

|| ان وہبت کوئی ایسی عورت مدینہ مین آنحضرت صلعم کے پاس نہ تہی۔ عن عبد اللہ ابن عباس و مجاهد لم یکن عند النبی امراة وهبت نفسها منه (معالم التنزیل) اور نہ اسمین کوئی حکم مستقبل کا ہے کچہہ شک نہین کہ ان شرطیہ ہے محتمل ہے کہ قد کے معنی مین ہو اور تعلیل کے واسطے ہو پس حضرت خدیجہ مراد ہونگی اور نیز ممکن ہے کہ تعظیم کے لئے ہو۔

¶ یعنے سورہ فرقان اور مومنون اور بقر مین جو کچہہ ازواج کی نسبت احکام ارشاد ہوئے اور یہہ سورتین مقدم ہین احزاب پر دیکہو تقریب الاصول فی ترتیب النزول اور ابن ضریس کے رسالہ فضائل القرآن مین ابن عباس کی روایت۔

اُنمین تغیر اور تبدل نہو سکے) خاص تیرے ہی لیے (تا کہ تو ضبط اور قید مین نہو نہ ہوا ور تکو
اور تاکہ اس سے ظاہر ہو تیری عدم متابعت نفس اور پیروی احکام الٰہی کی گو وہ خلاف
ہون خواہش بشری کے) سوائے سب مسلمانون کے (دیکھو تکو معلوم ہے جو انپر حکم
ہوا ہے انکی نسبت جو انکی عورتین ہین اور انکے ہاتھ کے مال ہوت (مسلمانون پر یا ان)
(وہ یہہ کہ انکے لیے ذات معین نہین اور انمین تغیر و تبدل اور کمی بیشی بمقدار مطلوب ہو
ہوسکتی ہے مگر تیرے لیے خاص ان عورتون کی تخصیص سے جنمین کمی بیشی اور تغیر و تبدل
نہین ہوسکتا) تاکہ تجھپر گناہ نہو (ان خورده گیرون کی تعریض ہے جو بعض کثرت ازواج
کرکے طعن کرین کہ نبی نے متابعت نفس کے لیے ایسا کیا حالانکہ اصل حقیقت انکی
فہم کے خلاف ہے چنانچہ پہر فرمایا ہ مگر

لا یحل لک النساء من بعد + ولا ان تبدل بهن من ازواج ولو اعجبک حسنهن

+ من بعد التسع وهو فی حقه کالاربع فی حقنا او من بعد الیوم حتی لو ماتت
واحدة لم تحل له نکاح اخری - (بیضاوی)

بعض لوگونکو اس آیت مین بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے یعنے اس آیت کو منسوخ بتلاتے ہین مگر قطع نظر
اس سے کہ نسخ قرآن مین ہوا ہے یا نہین ایک اور لطف یہہ ہے کہ اسکا ناسخ اس سے پہلے ہے ان
هذا الشئی عجاب - حالانکہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اسپر اجماع ہی ہے اور یہہ بتواتر
ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے قرآن پڑھتے تھے جس طرح اب آیتین مرتب
ہین - پس ممکن نہین کہ ان آیتون کی ترتیب مین ایسی صریحی تاریخی غلطی ہوگئی ہو - علامہ سیوطی اتقان
مین فرماتے ہین - الاجماع والنصوص المترادفة علی ان ترتیب الآیات توقیفی
لا شبهة فی ذالک اما الاجماع فنقله غیر واحد منهم الزرکشی فی البرهان
وابو جعفر بن الزبیر فی مناسباته وعبارته ترتیب الآیات فی سورها
واقع بتوقیفه صلی اللہ علیه وسلم وامره من غیر خلاف فی هذا بین المسلمین

انتہی۔ اور پہر قاضی ابو بکر (الباقلانی) کا قول نقل کیا ہے ان الآیة ضبطت عن النبی صلعم ترتیب اے کل سورة و مواضعها و عرفت مواقعها کما ضبط عنه نفس القرآن وذات التلاوة الخ۔

علاوہ ازین جس آیت کو اُسکا ناسخ ہونا تفسیر بیضاوی کمالین اور معالم مین نقل کیا ہے یعنے ترجی من تشاء منهن وتؤدی الیك من تشاء۔ اس مین ایک حرف بہی اسپر دلالت نہین کرتا کہ ازواج موجودہ کے سوا انکے غیر سے نکاح کیا جاوے۔ بعض نے آور بہی ترقی کرکے یہہ کہا ہے کہ اس اہم آیت کی اُوپر ہی پہلے کی یعنے ۵۰ آیت اسکی ناسخ ہے۔ لاحول ولا قوة نسخ کیا ہوا ایک دبا ہے کہ پیچہا ہی نہین چہوڑتی۔ بلا دلائل عقلیہ منبی اُلٹی پلٹی باتین خلاف تحقیق جو جی مین آتا ہے صرف بات کی پیچ پر کہدیتے ہین۔ البتہ رجماً بالغیب ایک قول حضرت عائشہ کا نقل کرتے ہین کہ ما مات رسول الله حتی احل له النساء یہی الفاظ ہین تفسیر کشاف وکبیر اور صحیح ترمذی کے اور اُس سے کوئی حرف زیادہ نہین ہے اور یہہ سچ ہے اسمین اشارہ ہے اسپر کہ جناب پیغمبر صلعم کی کثرت ازواج کی علت تنزیل مین ظاہر ہوچکی ہے پس نسخ کا مذکور تو کہین خواب وخیال مین بہی نہین ہے اب اگر اسپر بہی نہ مانین اور حضرت عائشہ کے قول کو پہیر پہار کر اپنے ہی مطلب پر لاوین تو اُنکے معارضہ مین ہم انس کا قول پیش کرینگے جو کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم کے مرتے تک وہی حرمت کا حکم جو لا یحل لك النساء من بعد مین تہا قائم رہا چنانچہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے قال انس ومات علی التحریم۔

تائید الاسلام مطبوعہ ۱۳۰۳ھ کے ص ۱۰۸ و ۱۰۹ مین دو روایتین ترمذی سے اس مطلب کے لئے نقل ہوئی ہین کہ سورہ احزاب کی اہم آیت کے بعد ۵۰ آیت نازل ہوئی بیان زیادہ تفصیل کی گنجایش نہین مگر اسقدر تنبیہہ کرنی ضرور ہے کہ یہہ دونون روایتین صحیح نہین ہین کیونکہ وہ حسن ہین اور حسن صحیح سے کمتر ہے اُنکے راوی درجہ عدالت تک نہین پہنچے گو فاسق بہی نہون اور دوسرے یہہ کہ وہ روایتین صرف عبد الحمید بن بہرام کے واسطے سے ہین اور اُسنے عبد اللہ بن موسی سے روایت کی ہے مگر عبد بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہ ہے جو شہر بن حوشب سے ہو چنانچہ ابو عیسی ترمذی نے ان روایتون کے بعد لکہا ہے سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا باس بحدیث عبد الحمید بن بهرام عن شهر بن حوشب انتہی۔ پس وہ روایتین کبہی اس لائق نہونگی کہ وہ نظم وترتیب قرآن کو مختل کردین یا کسی

الا ما ملکت یمینک + ط (احزاب ۱۴)

یعنی اسوقت سے سب عورتین تجھپر حرام ہین اور اسی لئے اُن عورتون کے (جنکا ذکر ہوا) بدلے اور عورتین کرنی بہی (ایسی حالت ہین کہ اُنمین سے کوئی مرجاوے یا طلاق پاوے) حرام ہوئین گو اَورون کی صورت پسند ہی ہو (تب ہی تجھکو یہہ سخت قید اور بند اور مشتہیات نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بہی خلاف حکم دیا گیا جس مین نبی کا ضبط اور سائر مسلمین سے عفت اور مخالفت نفس مین استقلال اور برتری ظاہر ہوا اور یہہ بہی معلوم ہو جاوے کہ کوئی جہوٹا آدمی ایسے احکام اپنی غرض کے خلاف صادر نہین کر سکتا) مگر یہہ حرمت اُن عورتون سے متعلق نہین ہے جو تیری ملک نکاح مین آچکی ہین (کیونکہ پہلے

واجبات ... ومنکر مضمون کی اُن سے تائید ہو سکے۔

+ ایک صاحب نے یہہ اعتراض کیا کہ گو اس آیت مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی اجازت نہ ہوئی مگر باندیان تو آزادی حلال ہین۔ اس مقام پر جو لفظ اولیٰ ثم اصل اعتراض مین ہے وہ تو ایک تیر ہے جو ہدف پر ہو مگر عامۂ مسلمین کو اسکی کیا پروا ہے۔ الا درحقیقت کوئی یہہ پوچھے کہ حضرت ملک یمین لغت کی راہ سے لونڈی کو کہتے ہین یا یہہ لفظ منقول شرعی ہے یا فقہا کی اصطلاح ہے۔ پہلی صورت کی سند لائیے اور دوسری صورت مین قرآن کے الفاظ کو فقہا کی اصطلاح پر محدود ومحمول نہ کرنا چاہیئے۔ ابی العالیہ اور سعید بن جبیر اور عطا اور سدی متقدمین مفسرین نے تصریح کی ہے کہ ملک یمین نکاح مین بہی پائی جاتی ہے (دیکھئے تفسیر مجمع البیان اور نیز تفسیر کبیر) پس چونکہ مضمون عدم حلت نسوان زنان موجودہ و ... سکو یہی بتا دینا تہا کہ اسوقت کے بعد سے تمپر عورتین حلال نہین اسلئے الا ما ملکت یمینک کہنا ضرور ہوا کہ جو عورتین تمہارے نکاح مین آچکی ہین وہ مستثنیٰ رہین

اور ملکت جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت مین ماضی پر دلالت کرتا ہے اسکو مستقبل پر حمل کرنا مجازی طور پر ہے اور حقیقت سے مجاز کیطرف جانے کے لئے کوئی قرینہ صارف عن الظاہر ضرور ہونا چاہیئے۔ ایک صاحب فارسی کا یہہ شعر تو پڑہتے ہین۔ چار جا ماضی بیاید معنیش مستقبل الخ۔ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنیکی ضرورت شدید اور مانع قوی اور قرینہ واضح بیان نہین کر سکے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف میاں جی کے کچہ کام نہین آ سکتا۔ فتدبر ولا تکن من الجاہلین وتامل حتی یاتیک الیقین۔

سے فعل نبی اور عطائے مہر سے نکاح مین بطور معروف آچکی اور پہلی آیت مین اُنکی تحلیل بہی ظاہر ہو چکی ہے۔

پس اب اس بیان سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اس پہلی آیت مین (احزاب ۵۹ آیۃ) نہ تو کسی نئی بات کی ایجاد ہے اور نہ کسی امر غیر موجودہ کے پیدا ہونے کا حکم اور نہ آئندہ کو کسی نئی بات کا استحقاق ہے اور نہ کوئی مفید مطلب پروانگی ہے اور جو کچہہ تخصیص من دون المومنین ہے وہ ممانعت اور قید کیصورت ہے نہ کہ آزادی اور بیقیدی کی کیونکہ عوام مسلمین کے لئے صرف عدد کا تعین تہا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کیصورت مین ہمیشہ ادل بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلعم کی نسبت تخصیص تہی منکوحات کی نہ تو ان عورتونسے زیادہ کوئی اور نکاح کرسکتے تہے اور نہ انکو بدلے مین نکاح کرسکتے تہے۔ پس ظاہر ہی کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب مین اور مسلمانون کی بہ نسبت زیادہ دقت اور قید اور ممانعت تہی اور ایسا ہی شان نبی کے لائق ہی تہا۔ پس یہہ صریح امتناعی احکام اور قہر نفس اور تحصین شدید کے جو مقتضائے بشریت پر صبر اور میلان قلبی پر بہی جبر کرنے کے ہین اُن سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے جیسے اور احکام تنزیل وحی کے مسلمانون کی عفت اور پرہیزگاری کے بیان فرمائے اُن سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے

اس تقریر سے ڈین پریڈو اور فانڈر صاحبون کے اعتراضات تو باطل ہو ہی گئے مگر بعض نافہم مسلمان جو اسلام کے نادان دوست ہین اُنکی رکیک توجیہات اور خام خیالات بہی باطل ہوگئے وللہ الحمد علی ذالک۔

(۲۵) اور منجملہ برکات اسلام ایک یہہ ہی کہ اپنی جان کی حفاظت اور ہلاکت سے ممانعت کا حکم ہے۔

(۱) ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ +۔ (بقر ۱۹۱)

+۔ افضل العلما آڈولی صاحب نے اس آیت کی تفسیر مین لکہا ہو کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ محمد صلعم نے بالکل لبرٹی کی آزادی کی تعلیم دی۔ انتہی۔ درحقیقت لبرٹی کی آزادی بہت بڑی نعمت ہو اور اسکا ثمرہ قوم اور ملک کی فلاح پر بہت مفید ہو۔

(۲) ولا تقتلوا انفسکم (۵ ح ۲ ع)
خودکشی جسپر اس پہلی آیت مین اشارہ ہے جاہلیت کے زمانہ مین عرب و روم وغیرہ آباد ملکون مین جہان سیاست اور قانون بنے تہے بے روک ٹوک جاری تہی اور بعض صورتین آپ سے آپ مرجانے کی عبادت مین داخل تہین۔
ایک ڈوایل کی رسم ممالک فرنگ مین عجیب رسم تہی کہ دو آدمی باہم مقاتلہ کرتے تہے اور گواہ ہی حاضر رہتے جو انکے ہاتہ مین آلات حرب دیتے اور اور انتظام کرتے تہے۔ اور اُسکی بنا یہ اعتقاد ہوا کہ ضرور ہے کہ خدا ظالم کو بلاواسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے چنانچہ یہان تک یہہ رسم بڑہی کہ مقدمات حقیت مین اسی رسم کو محک عدالت اور عیار حقیت قرار دیا۔ اگر ایک افتادہ زمین پر تنازع ہے تو انہون نے کہا کہ آؤ لڑلین جو مرجائے وہ غیر حق پر تہا۔ کیا خوب عدالت تہی اور کیا اچہا فیصلہ ہوتا تہا اسلام مین شروع سے اُسکی اصلاح ہوئی اور صرف گواہون پر یا قسم پر عیار عدالت قرار پایا۔ اور نیز ذاتی تنازعات خارج از عدالت بہی اسی ڈوایل سے طے ہوا کرتے تہے۔ اسلام مین بہت اُڑ کے ہوا تو مباہلہ ہوا۔
کہتے ہین کہ ۸۰۰ء مین جرمن گنڈیبالڈ بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہہ فصل خصومت مین مقرر کیا۔ ان دونون قسم کے ڈوایل یعنے ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری سفائر عدالت کی طرح پر جاری رہی یعنے تلوارون سے لڑنا اور پستولون سے گولی مارنا اور دوائیتی ایک زہرآلود ہ ایک روٹی کی بنی ہوئی کہلانا۔ انگلستان کے بادشاہون نے آخر زمانہ مین اس رسم کے بند کرنے کا بڑا اہتمام کیا لیکن فرانس مین اُسکا رواج کثرت سے ہے
(۲۶) اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہر ایک طبقہ کے انسان سے نیکی اور رعایت کرنے کے قرآن مین بکثرت ہین۔

(۱) وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی

والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء ع)

پھر سورہ بقر مین ہے

(ب) واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب۔ (۲ ح)

اسمین (۱ و ۲) والدین سے نیکی کرنی (۳) رشتہ دارون سے (۴) یتیمون سے (۵) محتاجون سے احسان کرنا (۶) پڑوسی ناتے والے سے (۷) اور بیگانے پڑوسی سے (۸) اپنے رفیق سے (۹) مسافر سے (۱۰) غلامون سے خادمون سے (۱۱) قیدیون سے نیک سلوک کرنا اور انکو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہے۔

اس مین کوئی قسم جنس انسان کی ایسی باقی نہین رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہ صرف ایک یا دو جگہہ بلکہ مختلف طور سے اور جُدا جُدا تقریب سے ان احسانات اور خیرات کو بیان فرمایا ہے۔

(ج) ما انفقتم من خیر (۲) فللوالدین (۳) والاقربین (۴) والیتامی (۵) والمساکین (۶) وابن السبیل" (۲ ح)

(د) (۲) وبالوالدین احسانا واما یبلغن عندک الکبر احدہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما۔ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا" (۱۵ ح)

اور ماں باپ سے نیکی کرو اور جو کوئی ان دونون مین سے بڈھا ہو جاوے تو نہ گھرک اور نہ جھڑک اُنکو اور اُن سے ادب کی بات کہہ۔ اور جُھکا اُنکے آگے کندھے عاجزی کرکے پیار سے اور کہہ اے رب انپر رحم کر جیسا کہ پالا اُنہون نے مجھ چھوٹا سا۔

(ہ) وآت (۳) ذی القربی حقہ (۵) والمساکین (۹) وابن السبیل"

یعنے اور ویدسے پلنے والون کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا۔ ایضاً

(و) "ولا یأتل اولو الفضل منکم والسعة ان یوتو (۴) اولی القربیٰ (۵) والمساکین (۶) والمهاجرین فی سبیل اللّٰه" (نور)

اور قسم نہ کہاوین بڑائی والے تم مین سے اور کشایش والے کہ ناتے والون محتاجون اور خدا کی راہ مین وطن چہوڑنے والون کو مال نہ دیوین۔

(ز) "ووصینا الانسان (۲) بوالدیه احسانا حملته امه کرها ووضعته کرها" (احقاف ۲ ع)

اور ہم نے تقید کیا ہے انسان کو اپنے ماباپ سے بہلائی کا پیٹ مین رکہا اسکو اسکی مانے تکلیف سے اور جنا اسکو تکلیف سے

(ح) "فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة (۱۱) فك رقبة او اطعام فی یوم ذی مسغبة (۴) یتیما ذا مقربة او (۵) مسکینا ذا متربة"

اور انسان نہ ہمک سکا گہاٹی کو اور وہ گہاٹی کیا ہے۔ آزاد کرنا غلام کا یا کہانا کہلانا بہوک کے دن مین بے باپ کے لڑکے کو جو ناتے وار ہے یا محتاج کو جو خاک مین رلتا ہو دلیر

(ط) "فاما الیتیم فلا تقهر واما السائل فلا تنهر" (ضحی)

سو جو یتیم ہو اسکو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اسکو نہ جہڑک۔

ان احکام کو جو جملہ طبقات ناس کی ہر ایک قسم پر حاوی ہین توریت اور انجیل اور حکمائے سلف کی وصیتون سے مقابلہ کر لو ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت اور عموماً احسان کے احکام نہ پاؤگے

(۲۷) غلامون کی حالت بالتخصیص بڑی اصلاح کی محتاج تہی انکی آزادی اور آئندہ کے سد باب کے لیے بڑی کوشش اور اہتمام ہوا۔ اور کتاب کا امر محکم اور حکم لازم صادر کیا

"والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوهم ان علمتم

نیهم خیراً وا توهم من مال الله الذی اتاکم۔ (نور) +

+ داؤد الاصفہانی وغیرہ (جنکو یہ اہل الرائے اصحاب الظواہر کہتے ہین) اور اکثر علمار یہہ کہتے ہین کہ
یہہ امر کتابت کا ایجاب کیواسطے ہے یعنے جب غلام درخواست کرے اپنی آزادی کی اقرارنامہ پر اور مالک
سمجھے کہ اسمین اسکی بہتری ہے تو فوراً آزاد کر دے۔

اور حقیقت بہی یہی ہے کہ جب اسلام کی اصلی نیکی اور خیر اور صلاح پر غور کرتے ہین تو بالضرور ہمہ اپنی
وجدان سلیم سے یہی پاتے ہین کہ یہہ حکم وجوب کے واسطے ہے کئی وجہ سے (۱) یہہ کہ امر تو ایجاب کیواسطے ہوتا
ہے اور اسکا سبب نزول بہی اسی کی تائید کرتا ہے کہ حویطب بن عبد العزی کے غلام نے جسکا نام صبیح تہا
کتابت چاہی تو اُسکے آقا نے انکار کیا اسپر یہہ حکم ہوا پس ظاہر ہے کہ انکار کے مقابلہ مین حکم دیا تو ضرور
ہے کہ وہ حکم واجب ہو (۲) حضرت عمر نے ایک شخص کو مکاتب کرنے کا حکم دیا اُسنے انکار کیا تو انہون نے
اُسکی تعزیر کی۔ پس اگر کتابت واجب نہوتی تو اُسکو مارنا جبر اور ظلم ٹہیرتا حالانکہ اصحاب مین سے کسی
نے اُنپر اعتراض نہین کیا تو گویا یہہ مسئلہ اجماعی ہو گیا (۳) عمر بن دینار و عطا و داؤد بن علی اور محمد
بن جریر بیان پر وجوب کے قائل ہوئے ہین۔ پس ان سب قرائن پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ
کتابت واجب ہے اور درحقیقت یہہ بڑی فضیلت ہے اسلام کی۔

جو لوگ کہتے ہین کہ یہہ امر مندوب ہے اُنکی واہیات سی حجت اور نامعقول سا قیاس ہے وہ کہتے ہین
کہ مکاتب کرنا اور بیچ ڈالنا برابر ہے اور بیچ کرنا واجب نہین ہے تو مکاتب کرنا بہی واجب نہوگا۔ گو
مستوجب ہے۔ مگر افسوس کہ اُنہون نے حکم کتابت کی خوبی نہین پائی۔ اُنکے ذہن اور طبیعتین ایسی پست
اور ردی ہوئی ہین کہ انسان کی بہلائی اور فطرتی آزادی اور غلامون کے آزاد کرنے کے محاسن اور اسلام
کا مقصد اصلی غلامون کے حق مین رعایت اور احسان کرنا اور اس امر خاص مین تمام دنیا کے مذاہب و
شرائع پر فوقیت و فضیلت پانا اُنکی سمجھ ہی مین نہین آتا۔ کتابت کے معاملہ کو ہی اُنہون نے قرضہ کا سا
معاملہ سمجھ لیا حالانکہ اُنہین کے اصول موضوعہ پر کتابت کا دین یہہ کوئی دین صحیح نہین ہے کیونکہ آقا کا
غلام پر کوئی قرضہ نہین ہو سکتا۔

میمنے جو کوئی لونڈی یا غلام یہہ کہے کہ مین اتنی مدت مین اسقدر روپیہ کما دونگا مجھے آزاد کر دو تو اُنکو اقرار لکہدو اگر اُنمین نیکی دیکھو اور دو اُنکو اللہ کے مال سے جو تمکو دیا ہے۔

اور جب مالک سے اسطرح اقرار نامہ ہو جاوے تو پہر سب پر (جنمین مالک بہی ہے) واجب کیا کہ اسکا زر کتابت پورا کر دین اور مالک کو بہی لازم ہوا کہ اس اقرار مین سے ایک مقدار کثیر چہوڑ دے۔ چنانچہ کلبی اور مقاتل اور نخعی نے یہی تفسیر کی ہے اور امام شافعی کا بہی مختار ہے کہ مالک پر واجب ہے کہ مکاتب کو مال دیوے کیونکہ امر وجوب کے لئے ہے۔

تفسیر کبیر مین ہے۔ ثالثہا ان ھذا الامر من اللہ تعالی للسادۃ والناس ان یعینوا المکاتب علی بما کتابتہ بما یمکنھم وھذا قول الکلبی وعکرمۃ والمقاتل والنخعی۔ قال الشافعی یجب علی المولی ایتاء المکاتب وھو ان یحط عنہ جزء من مال الکتابت او یدفع الیہ جزء مما اخذ منہ۔ وحجت الشافعی ظاھر قولہ واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم والامر للوجوب الخ۔

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہے تو اب ہمارا استدلال اس آیت سے یہہ ہے کہ جبکہ

اصل حقیقت یہہ ہے کہ مکاتب کا روپیہ آقا کو دلوانے کا حکم صرف اُسکے آنسو پونچہنا ہین ورنہ ادہر تو آقا کو حکم واجب ہے کہ مکاتب کو اپنے مال مین سے دو۔

اور لطف یہہ ہے کہ امام شافعی اس واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم کو واجب جانتے حالانکہ یہہ فرع ہو کتابت کی پس مکاتبہ بہی واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بہی تو واجب ہے۔

علاوہ ازین ایک اَور اعتراض اس حکم کے مندوب ہونے پر یہہ ہے کہ مندوب درحقیقت مامور بہ ہی نہین سکتا کیونکہ مندوب مین ایجاب نہین ہے اور امر ایجاب ہی کے واسطے حقیقت مین ہوتا ہے۔ اور اگر مندوب مامور بہ ہوسکے تو ترک مندوب گناہ ہوگا حالانکہ ترک مندوب بالاتفاق معصیت نہین تو مندوب مامور بہ بہی نہین ہوسکتا۔ دیکہو مسلم الثبوت مقالہ ۲ باب ۲۔ اور کشف المبہم (ص ۱۸۸ تا ۱۹۰)

پس ثابت ہوا کہ اس آیت مین امر ایجاب کے واسطے ہے۔

غلامون کی آزادی کتابت کے ذریعہ سے واجب ٹھیرالی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہے یعنے غلام بنانا وہ حرام اور منع ٹھیرالی گئی کیونکہ اصول مین مسلم مسئلہ ہے۔

وجوب الشئی یتضمن حرمة ضده۔

اور اصطلاحات پر بنا نہ رکھی جاوے تو یہ عقلاً ظاہر ہے کہ جس چیز کے گھٹانے کم کرنے۔ روکنے اور موقوف کرنے کیواسطے تدبیرین کیجاوینگی تو ویسی شی کا زیادہ کرنا یا ابتدا کرنا۔ بڑھانا اور رواج دینا ضرور ممنوع ہوگا۔ پس جبکہ اسلام نے فک رقبہ و اعتاق اور مکاتبہ کے احکام وجوبی صادر کئے تو اسکی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا۔

ایک شبہ بیان پر یہ ہوسکتا ہے کہ مکاتب کرکے چھوڑ دینے مین قید لگائی گئی ہے ان علمتم فیھم خیرا کی پس شرط کے مفقود ہونے پر بدستور غلامی کی حالت قائم رہے گی۔

مگر یہ شبہ بے اصل ہے کیونکہ ضرور نہین کہ ہر جگہہ ان شرطیہ ہو۔ ان اکثر طرح پر قرآن مین کئی جگہہ آیا ہے منجملہ اسکے تعلیل اور قد کے معنے مین اور جس چیز کا فعل محقق الوقوع ہو وہان تعلیل ہی کے معنے مناسب ہونگے دیکھئے

(۱) لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله

(۲) اتقوا الله ان کنتم مومنین

(۳) وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

اور قد کے معنے اس آیت مین

(۴) فذکر ان نفعة الذکری۔

اس مین شرط کے معنے صحیح نہین کیونکہ ذکر اور وعظ تو ہرحال مین مامور بہ ہے ایسے ہی مکاتبہ مین بہی شرط کے معنے صحیح نہین کیونکہ کتابت تو مامور بہ اور امر وجوبی ہے پس آیت کے معنے بہت چسپان اور مناسب ہونگے کہ جو تمہارے غلام تم سے آزادی ...

اقرارنامہ لکھوانا چاہین اُنکو لکہدو کیونکہ تم اُنمین بہلائی جان چکے ہو۔

اور اس تفسیر پر ان علمتم فیھم خیرا مین اس بات پر بہی اشارہ ہے کہ مکاتبہ تو واجب ہی ہے مگر بلا درخوہست کتابت بہی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہے۔

(۵) اور لفظ ان کی بحث مین دور کیون جاؤ اسی آیت کے بعد کی آیت میں دیکہیے ان کیا معنے دیتا ہے۔

ولا تکرہوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصنا

۲۸ - نہ صرف ایک مکاتب کرنے کا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے احکام جنسے غلامون کی سختی جاتی رہی اور اُنکی حالت مین بہ نسبت سابق کے بہت کچہہ آسایش اور بہبودی مین ترقی ہوگئی چنانچہ ہمارے یہان کی کتب صحاح ومسانید وجامع مین بہت سی حدیثین اور فقہ کی کتابون مین بہت سے مسائل ایسے عمدہ اور کثرت سے ہین کہ اگر اسی قدر ہی احکام ہوتے تو بہی بہ نسبت اَور قومون کے رسم قانون کے مسلمانون کی رسم وقانون مین بہت ترقی اور آسانی تہی اور انہین احکام قرآنی اور مسائل فقہیہ کی بدولت ہند کے مسلمانون مین غلامون اور خدمتگارون مین صرف نام کا ہی فرق رہ گیا تہا۔ اور چونکہ اسلام کو غلامون کے حق مین زیادہ رعایت منظور رہی ہے اسلئے غلام کو اس ملک مین ما یحتاج کی فکر نہین کرنی پڑتی تہی اور نہ اسکو اپنے بال بچون کیطرف سے تردد رہتا تہا اُسکے مسلمان آقا کو خود ہی اُسکی تمام ضروریات کی فکر واجب ولازم ہوتی تہی اور اُس سے بہ نرمی اور ملائمت سے پیش آیا جاتا تہا۔ اور اس اتفاق کے بدلے مین غلام سے صرف گہر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تہا۔ یہہ کیفیت مین اُسوقت کی بیان کرتا ہون جب ہندوستان مین انگریزی عملداری کی جانب سے غلامون کیحالت مین دست اندازی نہین ہوئی تہی (دیکہو رسالہ کننگھم مطبوعہ ولسن) ہمکو اس بات کے ثبوت مین کہ مسلمانون کے فقہی مسائل کا برتاؤ بہی غلامون کے حق مین بہ نسبت اَور قومون کی شریعت کے بہت نرم اور ملائم ہے۔ یہہ قول پیش کرنا ضرور ہے کہ جب

ہندوستان مین مسٹر جارڈس بندیلکھنڈ کے جج اور مجسٹریٹ نے سنہ ۱۸۱۸ء مین ابتدا
رسم غلامی مین ایک مسودہ قانون تصنیف کیا تو اسمین اُنہون نے یہہ رائے دی کہ
اگر ہندوستان مین سے رسم غلامی کو قطعًا موقوف کردینا مناسب نہو تو ہندؤن
کے شاستر کے احکام ترک کرنکے اُنکی جگہہ ہر ایک بات مین شریعت اسلام کے احکام کو
رواج دیا جاوے کیونکہ وہ غلامون کے حق مین بہت ہی ملایم ہین۔

۲۹- یہہ سب تدبیرین تو اُسوقت کے موجود غلامون کی آزادی کی تہین اور
ہرچند کہ عقل خیر اندیش کو آئندہ غلام بنانا اس سے ممنوع پایا جاتا تا اگر اسوقت کے اذہان
اور عقول انسان کی فطرتی آزادی کا ادراک اچہی طرح نہین کرسکتے تہے اور ہر ایک بشر
کا وجدان سلیم اسپر گواہی دیتا ہے کہ وہ کبہی اپنی ذات یا عزیزون کے لیے غلامی پسند
نہ کریگا۔ اور یہہ ایک قدرتی دلیل ہے اُسکے فطرت الہیہ کے خلاف ہونے کی کہ اُس کی
ناجوازی اور ناگواری انسان کی طبیعت اور جبلت مین رکہی گئی ہے الا رسم قدیم جاہلیت
کی گمراہی سے عوام لوگ اسکے محاسن عقلی کو خوب نہین پاتے تہے اور ایسے امور کی اصلاح
صرف علوم کی بتدریج اشاعت اور تزکیہ اور حکمت کی تعلیم سے ہوسکتی ہے تاکہ ہر ایک
قوم احکام آلہی کے بصیرت اور عقل کی ہدایت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی
خلق اللہ کی بہبود اور عافیت اور عقلی اور مذہبی تمدنی اور حسن عشرت کی اصلاح اسی آزادی
پر موقوف ہے اسلیئے ضرور ہوا کہ آئندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے
لیئے صاف صاف حکم دیا جاوے چنانچہ سورۂ محمد مین فرمایا

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم فشدوا
الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارها "

چونکہ لڑائیون کے قیدی غلام بنائے جاتے تہے۔ غلامی کی رسم کی ابتدا یوہ معلوم ہوتی
ہے اور اُسوقت کی رسم مین لڑائی کے قیدیون سے چار طرح پر سلوک کیا جاتا تہا اوّل قتل

(۲) غلام بنانا (۳) احسان کہکر چھوڑ دینا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔ اس آیت نے
صرف سوم صورت پر لڑائی کے قیدیون کے حق مین عمل کرنا منحصر کیا اور ۲ اگلی
صورتون کو بالکل موقوف اور مسدود کردیا۔ اور یہہ اسلام کی ایسی برکت اور اتنا بڑا
احسان ہے کہ کسی مذہب و ملت مین ایسی تدبیر انسان کی فلاح اور اصلاح کی نہین کی گئی۔
۳۔ اس آیت محکم پر کئی طرح سے بحث ہوئی ہے اور رسالہ تبریتہ الاسلام عن شین
الامتہ والغلام مین سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی نے بسط وتفصیل بالاکلام
سے اسکے ہر ایک پہلو اور جانب پر بحث کی ہے اور اسلام مین یہہ اول تحریر وتصنیف
ہے جو اس آیت کی تشریح اور تفسیر مین ہوئی ہو اور جس نے تمام عالم پر اسلام کی فضیلت
ثابت کی ہو۔ اور ہمارا یہہ مضمون ایسے فقہی مباحثون کے لئے نہین ہے اسمین ہم مختصر گفتگو
نفس آیت کے متعلق کرینگے۔

(۱) زمانہ نزول آیت

مسلمانون مین یہہ اصطلاح کہ فلان سورت مکی ہے یا مدنی مختلف ہے۔ بعض تو اس اصطلاح کو
زمانہ کی بنا پر رکھتے ہین یعنے تاریخ کی حیثیت سے جو آیت قبل ہجرت نازل ہوئی ہو وہ
مکی ہے اور جو بعد ہجرت ظاہر ہوئی وہ مدنی ہے خواہ مکہ ہی مین سال حج یا سال فتح
کو آئی ہو۔ اور بعضے اس اصطلاح کو صرف مکان کے متعلق رکھتے ہین یعنے جو سورت مکہ مین
نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت یا بعد ہجرت وہ مکی ہے اور جو مدینہ مین وہ مدنی ہے (دیکھو
تفسیر اتقان فی علوم القرآن نوع ۱) اور اسی اصطلاح کی بنا پر سورہ محمد بہی مختلف ہو
بعضے کہتے ہین مدنی ہے۔ اور یہہ سچ ہے کیونکہ بعد ہجرت نازل ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ
مکی ہے اور یہہ بہی سچ ہے کیونکہ مکہ مین نازل ہوئی یعنے سنہ ہجری مین۔ پس یہہ سورت
جو بعد ہجرت کے مکے مین نازل ہوئی اسلئے مدنی ہے اور مکی بہی۔ پس یہہ صرف اصطلاح کی

تکرار تھی نہ کہ حقیقت میں اسکے شہر مکہ میں بعد ہجرت نازل ہونے پر کچھ شبہ اور تردد ہو۔ علامہ سیوطی نے اس سورہ کو مختلف فیہ سورتوں میں درج کیا ہے (مقام مذکور) اور لکھتے ہیں سورۂ محمد حکی النسفی قولا غریبا انها مکیة۔ اس میں غرابت صرف اصطلاح کی بنا پر ہے نہ کہ حقیقت میں۔

(ب) آیت کی دلالت

اسمیں کچھ گفتگو اور نزاع نہیں ہو سکتی کہ اس آیت میں لڑائی کے قیدیوں کے لیے بجز من اور فدا کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اور مخفی نہیں کہ سوائے ان دو صورتوں کے اور کسی طرح سے پیش آیا جاوے۔ متعدد مفسرین صحابہ و تابعین جو اس آیت کے نسخ کے قائل ہیں وہ ہمارے استدلال کے موید ہیں۔ کیونکہ اگر اس آیت سے قیدیوں کا غلام بنانا بھی کسی تاویل بعید و توجیہ غیر سدید سے نکل سکتا تو نسخ کی کیا ضرورت تھی۔ تفسیر کمالین میں ہے روی عن ابن عمر و عباس والحسن ابن سیرین وقال ابو حنیفه والاوزاعی هی منسوخة لقوله تعالی فی البراءة واقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم لان البراءة اخر ما انزل و روی عن قتاده و مجاهد و عطاء و سدی و روی عن ابن عباس ایضا۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے منسوخ عند ابی حنیفة او مخصوص بحرب بدر فانهم قالوا یتعین القتل او الاسترقاق۔ اور بیضاوی کے حاشیہ پر لفظ منسوخ کی ذیل میں لکھا ہے

والیه ذهب ابن عباس وقتادة وابن جریج والسدی والضحاک و مجاهد و روی نحوه عن ابی بکر رضی الله عنه۔

پس ان فقہا و مفسرین جن میں صحابہ و تابعین بھی داخل ہیں (۱) ابن عمر و عباس

(۳) حسن ابن سیرین (۴) ابو حنیفہ (۵) اوزاعی (۶) قتادہ (۷) مجاہد (۸) عطا (۹) سدی (۱۰) ابن عباس (۱۱) ابن جریح (۱۲) ضحاک (۱۳) ابی بکر رضی اللہ عنہ اس آیت مین بجز ان دو صورتون کے اور کوئی تیسری صورت نہین سمجھتے تھے اور اسی لئے بضرورت قتل یا استرقاق اسکو منسوخ بتلاتے ہین۔

اور (۱۴) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبل تو اس آیت کو مخصوص ہی نہین بتلاتے چہ جائیکہ منسوخ۔ چنانچہ محلے شرح مؤطا مین لکھاہے قولہ فاما منا بعد و اما فداء الخ۔ اے فاما تمنون منا بالاطلاق واما تفدون فداء بلااسترقاق وھو ثابت عند الائمۃ الثلاثۃ منسوخ عند ابی حنیفہ لقولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم لان سورۃ براءۃ آخر ما نزل او مخصوص بحرب بدر ویتعین عندھم القتل والاسترقاق فالمن والفداء لا غیر۔ یعنے یا تو اُن کو احسان رکھکر چھوڑ دو اور یا بمقابلہ استرقاق کے اُن سے فدیہ لے لو اور یہ آیت تینون اامون کے نزدیک غیر منسوخ ہے اور ابی حنیفہ کے نزدیک منسوخ ہے اقتلوا المشرکین سے کیونکہ سورۃ براۃ آخر نازل ہوئی یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہے اور اُن کے نزدیک قتل اور استرقاق متعین ہے۔ پس من کے معنے بجز چھوڑ دینے کے اور کچھ نہین ہین

(ج) بحث نسخ

امام شافعی اور مالک اور احمد تو اس آیت کو ثابت بتلاتے ہین الا حضرات حنیفہ اسکو منسوخ ٹھیراتے ہین اور ناسخ اسکا سورۃ براۃ کی پانچوین آیت کو قرار دیتے ہین۔ نسخ کی بحث مین تاریخ کا تعین تو ضرور ہے کیونکہ منسوخ زمانہ مین تقدم ہونا چاہئے اور ناسخ کو تاخر۔ مگر اس تنقیح طلب مین کسی قدر بے انضباطی ہوتی ہے اور عموماً یہہ کہا جاتا ہے کہ سورۂ براءت آخر نازل ہے مگر یہہ حجت ٹھیک نہین ہے۔ آیتون

کے باب میں تو روایتیں بہت ہی مختلف ہیں اور ہر ایک نے اپنے علم اور رائے سے
بعض بعض آیتوں کو آخر ما نزل قرار دیا ہے الا سورتوں میں بھی اختلاف ہے۔
اخرج مسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال آخر سورۃ نزلت اذا
جاء نصر اللہ و الفتح۔
اخرج الترمذی و الحاکم عن عائشۃ قالت اخر سورۃ نزلت المائدہ۔ و
اخرجا ایضا عن عبد ابن عمر قال اخر سورۃ نزلت سورۃ المائدہ۔
و الفتح۔ (اذا جاء نصر اللہ)
و فی حدیث عثمان المشہور براءۃ من آخر القرآن نزولا (اتقان نوع ۸)
(عن البراء ابن عازب آخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ بخاری)
اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس طرح پر ہوسکتی ہے کہ
ہر ایک شخص نے اپنی معلومات کو بیان کیا۔ پس اسمیں کوئی بات قطعی نہیں ہے۔
قال البیہقی یجمع بین ھذہ الاختلافات ان صحت بان کل واحد اجاب بما عندہ
قال ابو بکر فی الانتصار۔ ھذہ الاقوال لیس فیہا شیئی مرفوع الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و کل قالہ بضرب من اجتہاد و غلبۃ الظن یحتمل ان
ان کلا منہم اخبر عن اخر ما سمعہ من النبی الخ۔ (اتقان ۱۲)
پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہئے کہ (۱) آیا دونوں آیتوں میں یعنے سورۂ
محمد کی ۴ آیت اور سورۂ براءۃ کی ۴ آیت میں ایسا اختلاف ہے کہ بغیر تسلیم نسخ کے رفع
ہی نہیں ہوسکتا اور (۲) ان دونوں میں کونسی آیت (نہ کہ سورۃ) مقدم ہے تاریخ
نزول کے اعتبار سے (نہ کہ تاریخ اشتہار یا قرأت خاص کے لحاظ سے)
ہم نے جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیئے ہیں انکو سب محققوں نے نسخ کے لیے ضروری
قرار دیا ہے۔ ابن الحصار نے کیا خوب تقریر کی ہے

انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول الله صلے الله علیه وسلم او عن صحابی یقول آیت کذا نسخت کذا - وقد یحکم به عند وجود التعارض المقطوع به مع علم التاریخ لیعرف التقدم والتاخر ولا یعتمد فی النسخ علے قول عوام المفسرین بل ولا اجتهاد المجتهدین من غیر نقل صحیح ولا معارضة بینة لان النسخ یتضمن رفع حکم او اثبات حکم تقرر فی عهده صلے الله علیه وسلم فالمعتمد فیه النقل والتاریخ دون الرائے والاجتهاد - یعنے نسخ مین تو صرف رسول کے بیان صاف پر یا صحابی کے قول پر کہ اس آیت نے اُس آیت کو منسوخ کیا رجوع ہو سکتا ہے - اور جبکہ دونون آیتون مین قطعی تعارض پایا جاوے اور ساتھہ ہی اُنکے تاریخ سے اُنکا آگے پیچھے نازل ہونا بھی ثابت ہو جاوے تب نسخ مانا جا سکتا ہے اور یون نسخ مین عوام مفسرون کا قول اعتبار کے لائق نہین ہے بلکہ مجتہدون کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہین ہے کیونکہ نسخ مین ایک حکم کا جو رسول کے وقت مین مقرر تھا اُٹھانا یا ثابت کرنا ہوتا ہے - پس اسمین نقل اور تاریخ پر ہی اعتماد ہو سکتا ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر

پس اب ہم ان دونون تنقیحون کی نسبت یہہ لکھتے ہین کہ

(١) ان دونون آیتون مین کوئی تعارض واقع نہین ہے - سورہ محمد کی چوتھی آیت مین قیدیون کا حکم ہے کہ جب لڑائی کے بعد بقیۃ السیف رہ جاوین اُن قیدیون کو یا تو احسان رکھکر چھوڑ دیا جاوے اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاوے اور سورہ برات کی چوتھی آیت مین حکم ہے کہ مشرک جنہون نے عہد توڑا ہے قتل کیا جاوے - پس ان مین کچھہ تعارض نہین ہے -

(٢) کوئی حدیث صحیح جناب پیغمبر صلی الله علیه وسلم سے آجتک مدعیان نسخ نے نقل نہین کی جس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ برات کی چوتھی آیت سے سورہ محمد کی چوتھی آیت

کو منسوخ کیا۔
(۳) کسی صحابی سے کسی خبر واحد یا ضعیف مین بھی یہہ منقول نہین ہے کہ اس آیت نے
اس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلا سکے۔ البتہ اوزاعی
کا ایک قول پیش کیا گیا ہے چنانچہ ترمذی نے لکھا ہے۔ قال الاوزاعی بلغنی ان ھذہ
الآیۃ قولہ تعالیٰ فاما منا بعد واما فداء نسختها فاقتلوهم حیث ثقفتموهم
مگر اوزاعی ہون یا کوئی اور ہون انکو ایسے بے پر کی خبرین ملا کرین ایسی خبرون سے
کیا ہوتا ہے جب تک کہ نقل صریح اور روایت صحیح جناب صلی اللہ علیہ وسلم سے نہو ایسی
خبرین محض بیکار ہین۔
(۴) نسخ کا امکان انہین احکام مین ہو سکتا ہے جو غیر موقت ہون۔ اور سورہ محمد
کی چوتھی آیت تو موقت ہے حتی تضع الحرب اوزارها۔ پس یہہ کسی طرح منسوخ نہین
قرار پا سکتی۔ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان نوع ۴۷ مین لکھا ہے۔ ومما عدوہ منسوخا
وهو من قسم المنسوخ وقد اعتنی ابن العربی بتحریرہ فاجاد کقوله ان الانسان
لفی خسر الا الذین آمنوا۔ والشعراء یتبعهم الغاوون الا الذین آمنوا۔
فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ وغیر ذلک من الآیات التی
خصت باستثناء او غایۃ وقد اخطا من ادخلها فی المنسوخ۔ ومنه
قوله ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن۔ قیل انه نسخ بقوله والمحصنات من الذین
اوتوا الکتاب وانما هو مخصوص به۔ انتهی
(۵) آیتون کی تاریخ نزول معلوم ہونی بہت دشوار ہے۔ اور ہر ایک راوی اپنے علم
اور قیاس سے کہتا ہے۔ اور اسکے علاوہ سبب نزول کی اصطلاح ایسی غیر منضبط اور وسیع
مقرر ہوئی ہے کہ جس بات پر کسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے یا اس آیت کی مراد بیان کرنی
مقصود ہوتی ہے وہان بھی یہی بولتے ہین نزلت فی کذا۔ پس اکثر تو ایسی روایتین محض راویون

کے اجتہاد اور رائے پر ہین نہ کہ تاریخی حالات اور نقل واقعات پر۔ ابن تیمیہ نے لکھا
ہے۔ قولہم نزلت الاٰیۃ فی کذا یراد بہ تارۃ سبب نزول ویراد بہ تارۃ ان ذالک
داخل فی الاٰیۃ وان لم یکن السبب کما تقول عنی بہذہ الاٰیۃ کذا۔ اور
زرکشی نے برہان مین لکھا ہے قد عرف من عادۃ الصحابۃ والتابعین ان
احدھم اذا قال نزلت ھذہ الاٰیۃ فی کذا فانہ یرید بذالک انہا تتضمن
ھذا الحکم لا ان ھذا کان السبب فی نزولہا فہو من جنس استدلال
علی الحکم بالاٰیۃ لا من جنس النقل لما وقع۔ پس جبکہ محاورات کی یہہ کیفیت
اور اطلاقات کی یہہ صورت ہو تو دشوار ہے کہ واقعی سبب نزول دریافت ہوسکے۔

(۲) کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہہ نہین ثابت کرتا کہ وہ آیت
اُسیوقت نازل ہوئی ہو۔ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورہ برارت
کے شروع کی آیتین دیکر بھیجا تھا کہ حج اکبر کے دن ۹ سنہ ہجری مین پڑھ سنا۔ اس سے
یہہ لازم نہین آیا کہ سورہ برارت کی وہ آیتین اُسیوقت نازل ہوئی تھین۔

(د) والمحصنات من النساء کی تفسیر

بعضے لوگون نے شور و نار کی، تو آیت اس مراد سے پیش کی کہ سورہ محمد کے بعد بھی آزاد
عورتون کی جو قید ہو آوین لونڈی بنانے کی اجازت ہے (استغفر اللہ) اور
حضرت ابوسعید خدری کی روایت پیش کی ہے جسکا ماحصل بروایت مسلم وترمذی ونسائی
و ابوداؤد (قطع نظر از زیادت ونقصان الفاظ) یہہ ہے کہ اوطاس کے قیدیون مین
عورتین بھی پکڑی آئین تو مسلمانون نے اُن عورتون سے مباشرت کرنے کو گناہ سمجھا
اور خوف کیا کیونکہ انکی ازواج موجود تھے۔ اسپر یہہ آیت نازل ہوئی والمحصنات
من النساء الا ما ملکت ایمانکم۔ الفاظ اسمین نزول کا لفظ ان معنون مین تو صحیح نہین ہے

کہ یہ آیت اسیقدر اور اسیوقت نازل ہوئی تہی کیونکہ تاریخ کی راہ سے سورۂ نساء ۶ سنہ ہجری کے قبل کی ہے اور ۲۶- اور ۲۸ آیت کے سیاق سے ہی اُسکا علیحدہ ہونا بے موقع معلوم ہوتا ہے مگر ان تنزلیت یا تو وہی اصطلاح ہے کہ بتضمن ذالک الحکم یا راوی نے اسکو اسیوقت سنا ہو یا اُورسلسلہ کے راویون نے اسکو غیر منضبط طور سے بیان کیا - غرض اس سے قطع نظر کرکے نفس روایت کا مضمون جیسا مین سمجھتا ہون مین حق وصواب ہے اور اُسوقت کے مسلمانون کا اندیشہ وتامل ہی اُنکی احتیاط اور پرہیزگاری پر دال ہے۔

لشکر مین تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہین خصوصًا اوطاس وغیرہ لڑائیون مین تب کے لوگ جو ابہی جدید الاسلام تہے بہت جمع تہے اور اوطاس کے قیدیون مین عورتونکو دیکھکر بعض نے ایام جاہلیت کی رسم + برتنے کا ذکر کیا ہوگا مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو ناروا سمجھا اسلیے کہ ان عورتون مین سے ہر ایک کے ازواج ہی مشرکون مین موجود تہے (اور بعض بے شوہر ہی ہونگی اور بعض کے شوہر بہی قید مین ساتہ ہی ہونگے) کیونکہ قید ہونے سے نکاح فسخ نہین ہو سکتا ‡ - پس وہی ۲ آیت سورۂ نساء کی اسوقت پڑہی گئی جو ۲۶ آیت سے متعلق ہے اور جسکے معنے یہہ ہین کہ زنان عفیفہ تم پر حرام ہین مگر وہ عورتین جنکو تم بلکہ نکاح مین لے آئے - اور اسطرح سے اُن لوگون کو حکم الٰہی سنا کر اُس ارادۂ قبیح سے باز رکھا -

مگر بعضے جاہلیت کی سی تربیت اور طبیعت والے راوی اپنے سبق ظن کیوجہ سے اس واقع کو اُلٹا سمجھے یا قصدًا اسی رسم کیطرف اسے پہیرنے لگے مگر بعضے راویون نے جن پر

+ ایام جاہلیت مین جس عورت کو قید کر لیتے - لڑائی مین اسکے اگلے نکاح کو فسخ سمجھکر اس سے بے تکلف اور بلا توقف تصرف جائز سمجھتے تہے اسلام مین اسکی بڑی ممانعت ہوئی -

‡ قال ابو حنیفۃ اذا سبی الزوجان لم یرتفع النکاح ولم تحل للسابی (تفسیر بیضاوی)

تہذیب اسلام نے زیادہ تر کیا تہا۔ اتنا فقرہ شرح کے طور پر بڑہایا اذا انفقنت عدتهن

+ حالانکہ اس آیت مین محصنات سے زنان شوہردار مراد ہی نہین ہوسکتین پہر عدت کی کیا ضرورت ہے۔ پہر بعضے مفسرون نے اسمین ایک اور حکم آلہی کی مخالفت دیکھکر یہہ تاویل کی کہ وہ قیدی عورتین مسلمان ہوجاوین تب انپر یہہ حکم جاری ہو ورنہ مشرکہ سے تو ملک یمین کے طور پر مباشرت جائز نہین (دیکہو تفسیر الجلالین ۵ ح۔ آیت ۱) حالانکہ کتب سیر و مغازی مین اوطاس کی قیدی عورتون کے مسلمان ہوجانے کا ذکر نہین ہے۔ اور نہ انکی استبرا کا زمانہ پورا ہونے پایا کیونکہ بہت تہوڑے ہی عرصہ مین انکی قید از رہائی احسان کے طور پر حسب حکم سورہ محمد آیت ۴ ہوگئی تہی۔

غرضکہ یہہ تاویلین اور شناعتین ان معنون پر اٹہانی پڑتی ہین جو بعضے راویون اور فقیہون نے اپنے سبق ظن سے اختیار کر لی ہین ورنہ کلام آلہی تو ہر ایک عیب و قصور سے پاک ہے۔

۱۳۔ معاملات مین سچائی اور عدالت و دیانتداری۔ ایفائے عہد اور وزن اور پیمانہ مین راستبازی صلاح منزل اور اطاعت حکام اور منع فتنہ و فساد۔ ادائے امانت کے احکام۔ غرض جو جو باتین حسن معاشرت کے اصول اور بنیاد ہین اور جنپر ریاستون اور سلطنتون مین امن و امان قائم رہتا ہے اور جنپر خلائق کی بہبود منحصر ہے اُن کی نسبت صاف صاف تعلیم ہوئی ہے۔

(۱) ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون و اذا کالوهم او وزنوهم یخسرون (تطفیف)

(۲) الا تطغوا فی المیزان۔ اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان (رحمن)

(۳) ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا (اسری)

+ ابو علقمہ الہاشمی کی ایک روایت مین یہہ فقرہ بڑہا ہوا ہے اور کسی کی اور روایتون مین نہین ہے۔

(۴) ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔

(۵) اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا (ایضا)

(۶) اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم۔ (ایضا)

(۷) واوفوا بالعهد اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها۔ ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتها (اسری)

(۸) یا ایها الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم۔ (انفال)

(۹) واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعهد اللہ اوفوا ذالکم وصکم به (انعام ۱۹)

(۱۰) یا ایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ (مائدہ)

(۱۱) واحفظوا ایمانکم۔ (مائدہ)

(۱۲) یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء للہ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا۔ اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ (ایضا)

(۱۳) یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین (نساء)

(۱۴) ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم به (نساء)

(۱۵) لا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک (لقمان)

(۱۶) ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا (اسری)

(۱۷) یا ایها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ (حجرات)

(۱۸) یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه۔ (حجرات)

(۱۹) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

(۲۰) وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احدیٰهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین

انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم۔ (حجرات)

اور بھی چند متفرق احکام جو مصالح نوعیہ کو قائم رکھنے اور نیز باہمدگر تعلقات کی رعایت اور پابندی کیلیے ضروری ہیں یہ ہیں۔

(۲۱) ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی (نحل)

(۲۲) یاایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون۔ (مائدہ)

(۲۳) طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم + ایضا

+ شیخ الاسلام محی الدین نووی نے شرح صحیح مسلم (ص ۹ جلد ۲ مطبع نولکشور) میں لکھا ہے: وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم قال المفسرون المراد به الذبائح ولم یستثن منها شیئا لا لحما ولا شحما ولا غیره وفیه حل ذبائح اهل الکتاب وهو مجمع علیه لم یخالف فیه الا الشیعة ومذهبنا ومذهب الجمهور اباحتها سواء سموا اللہ تعالیٰ ام لا۔ وقال قوم لا یحل الا ان یسموا اللہ تعالیٰ فاذا ذبحوا علی اسم المسیح او کنیسته وبحرها فلا تحل تلک الذبیحة عندنا وبه قال جماهیر العلماء۔ یعنی مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیحہ کی حلت مراد ہے اور کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ گوشت نہ چربی نہ کچھ اور۔ اس میں اہل کتاب کے ذبیحوں کی حلت ہے اور یہ ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا مگر شیعوں نے۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کے ذبیحے مباح ہیں خواہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ جب تک خدا کا نام نہ لیں حلال نہ ہوگا جبکہ خدا کا نام لیں۔ اور جب مسیح کے نام پر یا انکی کنیست پر ذبح کریں تو حلال نہیں اور اسی بات کو سب علماء نے کہا ہے۔

البتہ امامیہ فرقہ والے اس مسئلہ میں منفرد ہیں مگر بعض متقدمین بڑے بڑے علما مثلاً شیخ مفید و ابن جنید و ابن ابی عقیل سے اس میں خلاف منقول ہے و بعضی روایتیں اسکے جواز میں ہیں چنانچہ صحیح جمیل و محمد بن حمران میں ہے انهما سألا ابا عبد اللہ علیه السلام عن ذبائح الیهود والنصاریٰ والمجوس فقال کل وقال بعضهم انهم لا یسمون فقال ان حضرتموهم فلم یسموا فلا تأکلوا واذا غاب فکل۔ اور روایت عبد الملک قال قلت لابی عبد اللہ علیه السلام ما تقول فی ذبائح النصاریٰ فقال علیه السلام لا بأس بها

(٢٣) قل لا اجد فيما اوحي الي محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير
فانه رجس او فسقا اهل لغير الله به فمن اضطر غير باغ ولا عاد فان ربك غفور رحيم (انعام)
(نیز سورہ مائدہ کی ۳ آیت
(حکم بعینہ انجیل مین ہی دیکہو اعمال الحواریین ۱۵ ۲۰ فرق اتنا ہی کہ حال کے نسخون مین بمقابلہ لحم خنزیر لفظ (زنا) ہی مگر قیاس اسکا
مقتضی ہی کہ اصل عبارت انجیل مین کوئریاس (لحم خنزیر تہی) جسکی صورت حال کی نسخون مین پورنیاس (زنا) ہوگئی
ہی کیونکہ اسوقت حواریون مین یہود کی رسمی شریعت کی بحث تہی نہ کہ اخلاقی احکام کی پس زنا کو خون اور گلا گہونٹی جانور اور بتون کی
قربانی سی کیا مناسبت تہی اسکا ذکر تو خارج از محل و بیموقع تہا البتہ پورنیاس یعنے لحم خنزیر غیرہ غیرہ جنسی یہود کی رسمی شریعت
مین حلت او حرمت متعلق تہی بحث ہوئی تہی کہ غیر قوم عیسائیون پر بہی اسکا بار ڈالا جاے یا نہین ہمارے اس قیاس
کی تائید اس سے زیادہ قوی ہوتی ہی کہ ڈاکٹر مینلی او مسٹر ریوس یہ دونون محقق جنہون نے انجیل کے اختلاف و تصحیح مین بڑی
محنت او تحقیق کی ہی اسی عبارت کوئریاس کو ترجیح دیتے ہین)

(٢٥) ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف
في القتل انه كان منصورا (اسرى)

(٢٦) يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه
لعلكم تفلحون. انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم
عن ذكر الله وعن الصلواة فهل انتم منتهون (مائده)

انهم يذكرون عليه المسيح فقال انما ارادوا بالمسيح الله. یعنی راوی نے ابا عبداللہ سے پوچہا کہ یہود و نصاری مجوس کا ذبیحہ کہا
جائے تو حضرت نے فرمایا کہ کہا لے پہر مین نے عرض کیا کہ وہ خدا کا نام نہیں لیتے تو فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے خدا کا نام لیتی ہی کہا لو اور اگر غیبت مین ذبح کرین تو کہا او
او عبد الملک کی روایت ہی کہ ہم نے ابا عبد اللہ علیہ السلام سے پوچہا کہ آپ یہود و نصاری کو ذبح کی بابت کیا فرماتے ہین ارشاد کیا کہ کہا و تب مین نے عرض کیا کہ وہ لوگ مسیح
نام لیتے ہین تو انہون نے فرمایا کہ مسیح سے بہی انکی مراد خدا ہی ہی اور زکریا بن ابراہیم سے روایت ہی قال دخلت على ابي عبد الله عليه السلام فقلت
اني رجل من اهل الكتاب اني اسلمت وبقي اهلي كلهم على النصرانية وانا معهم في بيت واحد لم افارقهم بعد
فآكل من طعامهم فقال لي ايأكلون لحم الخنزير فقلت لا ولكنهم يشربون الخمر فقال لي كل معهم واشرب انتهى

(۳۳) صبر اور تحمل کے احکام اور برائی کے بدلے مین بہلائی کرنا اور مخالفون کی تقصیرون سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنون کے حق مین دعا کرنا بہت تاکید اور تکرار سے سکہلایا گیا ہے۔

(۱) ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ (حم سجدہ)

(۲) فاعفوا واصفحوا حتی یاتی الله بامره۔ (بقر)

(۳) ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم۔ (نور)

(۴) یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ (مائدہ)

(۵) یا ایها الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحیم۔ (تغابن)

(۶) فاعف عنهم وقل سلام (زخرف)

(۷) فاعف عنهم واصفح ان الله یحب المحسنین (مائدہ)

(۸) واعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا۔ (نساء)

(۹) قل للذین آمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام الله۔ (جاثیہ)

قرآن مین اسکی پیشین گوئی ہوئی تہی کہ مسلمانونکو مخالفون سے بڑی اذیت پہنچیگی اور انکو ہدایت ہوئی تہی کہ وہ صبر کرتے رہین

(۱۰) لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذالك من عزم الامور (آل عمران)

تمام شد

اطلاع۔ سید احمد خان صاحب بہادر کا لکچر اسلام ہمارے علیگڈھ مطبع میں طبع کیا گیا ہے جسکی قیمت باوجود معقول حجم کے ... معہ محصول ... ہے شائقین منگوا لیوین